از

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب

دینی بکڈپو اردو بازار دہلی

ہدیہ

ایک روپیہ آٹھ آنے

پہلا ایڈیشن

(یونین پرنٹنگ پریس دہلی)

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہ العالی کے ترجمہ عام فہم

# قرآن شریف

آٹھ سال کی مسلسل کوشش کے بعد خدا کا شکر ہے کہ آپ عام فہم ترجمہ اور ترجمہ کا خلاصہ، تیسیر القرآن جو حاشیہ پر ہوگی لکھنے میں کامیاب ہوگئے۔ آپ کے عام فہم ترجمہ اور تفسیر کا خلاصہ جو حاشیہ پر ہوگا اس کے متعلق یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کے پڑھنے کے بعد پھر کسی اردو کی تفسیر کی مدد سے قرآن شریف کا مطلب سمجھنے کی ضرورت نہیں رہیگی۔

زیر طبع

ایک طالب حق کو حق کی تلاش
مدینہ طیبہ میں یتیم بچے کی غم و آلام سے پُر عید
رحمۃ للعالمین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے
شیر خدا کی بیٹی سیدہ زینبؓ کی روضۂ رسولؐ پر حاضری
حضرت امام حسینؓ اور شہدائے کربلا کے چشم دید واقعات کا بیان
انسانیت کی تاریخ میں ظلم اور زیادتی کا سب سے بڑا واقعہ
اور اسی قسم کے ڈیڑھ درجن کے قریب تاریخ اسلام کے سچے
واقعات حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کی زبان میں
مضامین احمد سعید
کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔ تقریباً دو سو صفحات سفید چکنا کاغذ
کتاب مجلد اور رنگین ڈسٹ کور۔ قیمت صرف دو روپے محصول الگ
ملنے کا پتہ:- دینی بک ڈپو۔ اردو بازار۔ دہلی

# پیش لفظ

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ میری خواہش یہی تھی کہ پورے قرآن کا ترجمہ بیک وقت شائع کیا جاتا کیونکہ قرآن شریف کی پہلی منزل میں تیسیر کے ساتھ تسہیل بھی مرتب کی گئی تھی اور یہ ۴۷ء سے پہلے لکھی جا چکی تھی لیکن ۴۷ء کے بعد سے اس تفصیلی شرح کے لئے وقت نے مساعدت نہیں کی اور میں نے مجبوراً تسہیل کا خیال چھوڑ دیا اور صرف تیسیر لکھنے پر اکتفا کرنے کو مناسب سمجھا۔ اگرچہ یہ کام بھی بہت بڑا ہے لیکن توکلاً علی اللہ اس خدمت کو انجام دے رہا ہوں اس لئے میں چاہتا تھا کہ پوری تفسیر مسلمانوں کے سامنے پیش کی جاتی لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ بعض اہل شوق کے اصرار پر میں نے یہ منظور کر لیا کہ تھوڑا تھوڑا حصہ ہی شائع کیا جائے۔ میں آج کل اٹھارویں پارے کی تیسیر مرتب کر رہا ہوں۔ عامۃ الناس کی خدمت سے جو وقت بچتا ہے وہ قرآن شریف کی تیسیر میں خرچ کرتا ہوں۔ آج سورۂ کہف اور سورۂ مریم کی تیسیر اور ترجمہ شائع ہو رہا ہے۔

سورۂ کہف کی فضیلت کئی احادیث میں آئی ہے اور اس کے پڑھنے والے کو فتنہ دجال سے محفوظ رہنے اور ایک بہت طویل عریض نور کی بشارت دی گئی ہے۔ اُسید بن الحضیر ایک دن رات کو سورۂ کہف پڑھ رہے تھے تو ایک روشنی آسمان سے اُترتی ہوئی معلوم ہوئی۔ حضورؐ نے اس واقعہ کو سن کر فرمایا وہ سکینہ تھا جو سورۂ کہف پڑھتے وقت نازل ہو رہا تھا۔ مسلم کی روایت میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔

جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کر لیں۔ وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہا۔ ترمذی میں سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیتیں منقول ہیں۔ مسلم کی ایک اور روایت میں سورۂ کہف کی آخری دس آیتوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ نسائی میں بھی آخری دس آیتوں کے پڑھنے پر یہ بشارت مذکور ہے۔ امام احمد کی روایت میں جو معاذ بن انس الجہنی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اُس میں سورۂ کہف کی ابتدا اور انتہا دونوں کا ذکر ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے لیے اُس کے قدم سے لے کر آسمان تک نور ہوتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے اُس کے لیے قیامت کے دن زمین سے آسمان تک ایک نور ہوگا اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ اس سورت میں بھی قرآن شریف کی صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مختلف دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اصحاب کہف کا واقعہ تفصیلی مذکور ہے۔ پھر دنیا کی بے ثباتی سرمایہ پر مغرور ہو کر اللہ تعالےٰ کو فراموش کر دینے والوں کا انجام مذکور ہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ملائکہ کو سجدے کا حکم، عالم کو بلا شرکت غیرے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ قرآن شریف کی صداقت اور کفار کی تنبیہ ہے۔ پھر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات اور سفر کے عجائبات کا ذکر ہے۔ آخر میں ذوالقرنین اور اُس کے سفر کا ذکر ہے۔ اور آخری رکوع میں دوزخ اور جنت مومنین اور منکرین کا انجام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اظہار ہے اور شرک فی العبادت سے بچنے اور نیک اعمال بجا لانے کے ذکر پر سورۂ کہف کو ختم کیا گیا ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

سورۃ الکھف مکیۃ وھی مائۃ وعشر اٰیات و اثنا عشر رکوعا

سورہ کہف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی

وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۜ (۱) قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ

اور اس کتاب میں ذرا سی بھی کوئی کجی نہیں رکھی بالکل سیدھی اور ٹھیک اتاری تاکہ وہ ایک

بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ

سخت عذاب سے جو خدا کی طرف سے ہوگا لوگوں کو ڈرائے اور ان

الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی بشارت دے کہ

لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا (۲) مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا (۳)

ان کو اچھا صلہ اور اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا (۴)

اور تاکہ ان کو بھی ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے

سورۂ کہف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں ذرا سی بھی کوئی کجی نہیں رکھی اور اس کو کسی طرح کی کجی سے موصوف نہیں بنایا (۱) بالکل سیدھی اور ٹھیک اُتاری اس لئے نازل کی اور اُتاری تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوگا لوگوں کو ڈرائے اور اُن ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری اور بشارت دے کہ ان کو اچھا اجر ملے گا (۲) جس میں وہ ایمان والے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (۳) اور تاکہ یہ کتاب اُن کو بھی ڈرائے جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالےٰ اولاد رکھتا ہے (۴)

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا

اس بات کی کوئی دلیل نہ تو ان کے پاس ہے اور نہ

لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً

ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے

تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ

جو ان کے منہوں سے نکلتی ہے

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۵

جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ سراسر جھوٹ ہے

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

سو اے پیغمبر اگر یہ لوگ اس قرآن پر

عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ

ایمان نہ لائے تو کہیں آپ ان کے پیچھے

يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

غم کھاتے کھاتے اپنی جان

اَسَفًا ۶

کھو بیٹھیں گے

حالانکہ اس لغو دعوے کی کوئی دلیل نہ تو ان کے پاس ہے اور نہ اُن کے بڑوں اور اُن کے باپ دادوں کے پاس کوئی دلیل تھی جو ان کے مُنہوں سے نکلتی ہے بڑی بھاری بات ہے جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ سراسر کذب اور جھوٹ ہے * یعنی اپنے خاص اور مقرب بندے پر اس کتاب کو نازل فرمایا اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں نہ لفظاً نہ معنیً۔ عبارت نہایت سلیس اور شستہ معنی میں کوئی تناقض نہیں قیم۔ سیدھی افراط تفریط سے پاک۔ یا دیگر کتب سماویہ کی صحت و تصدیق کرنے والی اور اُن کی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی۔ یا بندوں کی ضروریات اور ان کی مصالح کی کفالت کرنے والی اور اُن کی دنیا اور دین کو سنوارنے والی وغیرہ ہم نے سیدھی اور ٹھیک کے ساتھ ترجمہ کیا ہے سخت عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ یہ کتاب اس سے ڈراتی اور خوف دلاتی ہے اور ایمان والوں کو آخرت کے اجر و ثواب اور بیکراں انعامات کی خوشی سناتی ہے جن انعامات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ابدی راحت سے مستفید رہینگے اور علاوہ دیگر منکرین کے اُن لوگوں کو بھی یہ کتاب ڈرائے جو اللہ تعالےٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ اور عرب کے بعض مشرک یہ اولاد تجویز کرنا ایک ایسا نامعقول دعویٰ ہے جس کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ ان کے بڑے بھی دلیل سے خالی اور تہیدست تھے اور یہ اولاد کی بات جو ان کے مُنہوں سے نکلتی ہے بہت ہی بھاری اور خطرناک بات ہے اور چونکہ یہ عقلاً اور نقلاً ہر اعتبار سے غلط ہے اس لئے یہ کہنا ان کا سراسر کذب ہے اور یہ جو کہتے ہیں وہ بالکل جھوٹ ہے (۵) سوائے پیغمبر شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو غم کھاتے کھاتے اپنی جان دیدیں گے * اپنے پیغمبر کو تسلی دی کہ اس قدر غم نہ کیجئے اور کڑھیئے نہیں کہ آپ کی زندگی خطرے میں پڑجائے۔ یہ عالم دارالابتلا ہے یہاں اقرار و انکار سب ہی چلتا ہے آپ کا کام تبلیغ کرنا اور ان تک صحیح چیز کا پہنچا دینا ہے باقی یہ مانتے ہیں یا نہیں مانتے اس کی فکر آپ کو نہ ہونی چاہئے (۶) +

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى

جو کچھ زمین پر ہے ہم نے ان تمام

الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا

چیزوں کو زمین کے لئے موجب زینت بنایا ہے

لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ

تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے از روئے عمل کے

عَمَلًا ۝٧ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا

کون اچھا ہے اور یقیناً ہم زمین پر کی

عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝٨

تمام چیزوں کو ایک چٹیل میدان کرنے والے ہیں

جو کچھ زمین پر ہے یقیناً ہم نے اُس سب کو زمین کیلئے موجب زینت اور موجب رونق بنایا ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے باعتبار عمل کے کون زیادہ اچھا ہے ✻ یعنی دیکھنا ہے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون اچھا عمل نہیں کرتا۔ کون یہاں کی رونق میں مبتلا ہو کر اللہ تعالےٰ سے غافل ہو جاتا ہے اور کون اُس کو مانتا اور اُس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اس کی رونق پر دوڑتا ہے یا اُس کو چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے ۱۲ غرض یہ دار الابتلا ہے کوئی کفر پر اڑتا ہے اور کوئی اسلام کو قبول کرتا ہے یہ دونوں ہی باتیں ہوتی ہیں اس لئے ان پر غم کھانا بیکار ہے (۷) اور یقیناً ہم زمین کے اوپر کی تمام چیزوں کو ایک صاف اور چٹیل میدان کرنے والے ہیں ✻ یعنی ایک دن ایسا ہوگا کہ جو کچھ زمین پر ہے خواہ وہ پہاڑ ہوں یا اشجار ہوں یا عمارات اور محلات ہوں سب کو صاف کر کے زمین کو ایک میدان کر دیا جائے گا۔ قاعًا صفصفًا لا ترى فيها عوجًا ولا امتًا حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی گھاس اور درخت چھانٹ کر ۱۲ (۸) ✻

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ

اے پیغمبر کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں

الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا

کہ غار اور کھوہ والے ہماری قدرت کی

مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩

نشانیوں میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے

آگے اصحاب کہف کے قصہ کی تمہید ہے۔ یہود کے مشورہ سے قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال
کئے تھے۔ ایک روح کی حقیقت دوسرے اصحاب کہف کا حال تیسرے ذوالقرنین۔
چنانچہ روح کا جواب گذر چکا۔ ذوالقرنین کا حال سورۃ کے آخر میں آئے گا اور اصحاب
کہف کا یہاں بیان ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ [illegible]
کرنے والے اور رکوع [illegible] ہماری قدرت کے [illegible] عجیب [illegible] کی
چیزیں [illegible] شاید ہو [illegible] کہ اصحاب کہف کا حال عجیب و غریب ہے اس لئے
فرمایا ہو کہ اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ [illegible] اس کے نشانات دیکھنے والے
ان کے [illegible] ہیں تو کہف والوں کا حال کچھ زیادہ عجیب [illegible] آسمان و زمین [illegible]
قدرت کار فرما ہے اور قوموں کے عروج و زوال اور دنیا کے عجیب و غریب [illegible] جو ہماری
نگاہوں سے گذرتے رہتے ہیں وہ بہت عجیب و غریب ہیں۔ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم
اکثر مفسرین کے نزدیک ایک ہی ہیں۔ ابن کثیر نے کہا رقیم یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام
ہے یا اُس عمارت کا نام ہے جو اس جگہ تعمیر کی گئی تھی۔ یا پہاڑ کا نام ہے یا کسی اور آبادی کا
نام۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رقیم کو میں نہیں جانتا کہ رقیم کتاب کا نام ہے
یا اُس بنا کا جو وہاں تعمیر کی گئی۔ بعض نے کہا رقیم بمعنی مرقوم ہے چونکہ ایک تختی پر ان لوگوں
کے حالات لکھ کر شاہی خزانے میں رکھ دئے تھے اس لئے ان کو اصحاب رقیم کہتے ہیں بعض
نے اصحاب رقیم اُن تین شخصوں کو کہا جن کے غار میں چھپنے اور غار کے منہ پر پتھر کے
گر جانے کا واقعہ بخاری میں آتا ہے واللہ اعلم۔ رومی بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ
بت پرست ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کا نام دقیانوس ہو۔ بہرحال وہ لوگوں کو زبردستی
بتوں کی پرستش پر مجبور کرتا تھا۔ یہ چند نوجوان جو اعیان سلطنت میں سے تھے اپنے
ایمان کو بچانے اور دقیانوس کے ظلم سے بچنے کے لئے پہاڑ کے کسی غار او رکھوہ میں جا چھپے
تھے جن کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی ان کا کتا بھی ان کے ساتھ تھا جس کا نام ابن کثیر
نے حمران بتایا ہے (۹) ۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى

وہ وقت قابل ذکر ہے جب ان نوجوانوں نے

الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا

پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی اور اپنے رب سے یوں کہا اے ہمارے رب

آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً

تو اپنے پاس سے ہم کو رحمت عطا کر

وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا

اور ہمارے لئے ہمارے کام میں صحیح رہنمائی کا سامان

رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا عَلَى

مہیا کر دے پھر ہم نے اس پہاڑ کی کھوہ میں

آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ

ان کے کانوں پر کتنے ہی برسوں کے لئے

سِنِينَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾

نیند کا پردہ ڈال دیا

اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ان چند نوجوانوں نے ایک ظالم اور کافر بادشاہ سے بچنے کے لئے پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی اور اپنے پروردگار سے یوں دعا کی۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمارے لئے ہمارے کام میں صحیح رہنمائی کا سامان مہیا کر دے۔ ابن کثیر نے کہا یہ دعا اس طرح کی تھی جیسے حدیث میں آتا ہے کہ اے خدا جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اُسے انجام کے لحاظ سے بہتر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔ یا اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام بہتر کر اور ہم کو دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا لے چنانچہ ابتدائً ایک شخص ان میں سے بھیس بدل کر شہر جایا کرے اور ضروریات کا کچھ سامان بھی لے آیا کرے اور خبر بھی معلوم کیا کرے۔ چنانچہ اُس شخص نے ایک دن آ کر کہا شہر میں ہماری تلاش ہو رہی ہے اور ہمارے رشتہ داروں کو تنگ کیا جا رہا ہے کہ بتاؤ وہ پوری جماعت کہاں ہے۔ جب یہ باتیں ہو رہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی اور یہ سب کے سب سو گئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (۱۰) پھر ہم نے اُس پہاڑ کی کھوہ میں ان نوجوانوں کے کانوں پر سالہا سال کے لئے پردہ ڈال دیا یعنی ان کو گہری نیند سلا دیا (۱۱)۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ

پھر ہم نے ان کو اٹھا دیا تاکہ ہم اس بات کو معلوم کر لیں کہ

الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا

غار میں رہنے کی مدت ہر دو فریق میں سے کس نے زیادہ

اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ

یاد رکھی ہم ان اصحاب کہف کا واقعہ

عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ط

آپ کو صحیح صحیح سناتے ہیں

اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان

بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًی ﴿۱۳﴾

لائے اور ہم نے از روئے ہدایت ان کو اور بڑھا دیا

ع ۲ ۱۲

پھر ہم نے ایک مدت دراز کے بعد ان کو بیدار سے جگا دیا تاکہ ہم اس بات کو معلوم کریں کہ غار میں ٹھہرے رہنے کی مدت ہر دو فریق میں سے کس نے زیادہ یاد رکھی ۔٭

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دو فرقے "تاریخ لکھنے والوں ہیں کہ کوئی کتنے برس لکھتے ہیں کوئی کتنے یا وہی اصحاب کہف جاگ کر تجویز کرنے لگے کہ ہم ایک دن سوئے بعضے کہنے لگے اس سے کم ۱۲ بہرحال برسہا برس کے بعد جب اٹھے اور شہر میں آئے تو باہم اختلاف ہونا قدرتی امر تھا اُن میں آپس میں بھی اختلاف ہوا اور دیکھنے والوں میں تاریخیں دیکھی جانے لگیں ہم معلوم کرلیں کہ ایک طویل مدت کے بعد اٹھنا قیامت کے یقین اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر لوگ ایمان لاتے ہیں یا نہیں ۔ آگے آجائے گا کہ ایک فریق کہتا تھا لبثنا یومًا او بعض یوم اور ایک فریق کہتا تھا ربکم اعلم بما لبثتم (۱۲)

ع ۱۲ ۱۴

ہم ان اصحاب کہف کی خبر اور ان کا واقعہ آپ کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے اور سناتے ہیں چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے اُن کو ہدایت کے اعتبار سے اور زیادہ کر دیا ٭ یعنی یہ نوجوان خاندانی تھے ان کو بت پرستی سے نفرت تھی اور یہ دین عیسوی یا دین موسوی کی شریعت پر ایمان لے آئے تھے ۔ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ سے قبل کا واقعہ ہے ۔ یہ نوجوان اپنے بزرگوں کے ساتھ بت پرستوں کا کوئی میلہ دیکھنے گئے تھے وہاں ان کو بت پرستی سے نفرت ہوئی اور یہ موحد ہو گئے ۔ اللہ تعالے نے ان کی رہنمائی فرمائی اور ان کی ہدایت میں اضافہ فرمایا ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ایمان سے زیادہ درجہ دیا اولیا کیا ۱۲ (۱۳) ۔٭

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا

اور ہم نے ان کے قلوب کو اس وقت استوار و مضبوط کر دیا جو وقت وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ

کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کو

نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ

چھوڑ کر کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے اور اگر ہم ایسی بات کہیں گے

اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا

تو یقیناً ہم بہت ہی بے جا بات کہیں گے یہ جو ہماری قوم کے لوگ ہیں

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ

يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ

ان غیر اللہ کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

تو اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ

اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ﴿۱۵﴾

بہتان باندھے

اور ہم نے انکے دلوں کو اُس وقت اُستوار اور مضبوط و مستحکم کردیا جس وقت وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، ہم اُس کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے اور اگر ہم نے ایسا کیا تو یقیناً ہم بڑی بے جا اور عقل سے دور بات کہیں گے ※ ربط قلب ثبات و صبر کا ایک مرتبہ ہے جس سے دل جم جاتا ہے اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب وہ کھڑے ہوئے یعنی دقیانوس کے سامنے یا لوگوں کے سامنے گفتگو کرنے کھڑے ہوئے تو انہوں نے بیدھڑک ہو کر کہہ دیا کہ ہمارا معبود تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اگر ہم اس کو چھوڑ کر کسی اور معبود کا اقرار کریں گے تو عقل سے بہت دور کی بات کہیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک شہر کا بادشاہ تھا ظالم جو اُس کے بتوں کو نہ پوجتا اس کو عذاب سے مارتا یا بت پجاتا۔ یہ کئی جوان اُس کے نوکروں کے بیٹے تھے، کوئی نان بائی کا کوئی باورچی کا۔ اسی طرح کسی نے اُن کی چغلی کی۔ اُس نے روبرو بلا کر پوچھا۔ اُس وقت حق تعالےٰ نے اُن کے دل پر گرہ دی یعنی ثابت رکھا کہ اپنی بات صاف کہدی اُس وقت پادشاہ نے موقوف رکھا اور شہر سے پھر کر آؤں تو ان سے بت پوجنا قبول کرواؤں یا عذاب۔ وہ گیا اور شہر کو یہ چھپ کے نکل گئے ۱۲ (۱۴)۔

یہ جو ہماری قوم کے لوگ ہیں انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھیں یہ لوگ ان غیر اللہ کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے تو بھلا ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ افترا کرے ※ جھوٹ افترا یہی کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور کسی کو معبود بتائیں اگر یہ ہماری قوم کے لوگ مدعی ہیں تو کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے جس طرح موحدین اور قائل توحید لوگ پیش کرتے ہیں اور بے دلیل ہونے کے باوجود غیر اللہ کی عبادت کا اقرار اللہ تعالےٰ کی مقدس ذات پر محض افترا ہے (۱۵)

وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ فَأْوُۥٓا

اور جب تم اپنی قوم سے اور قوم کے ان معبودوں سے جنکو وہ خدا کے سوا پوجتی ہے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم پہاڑ

إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ

کی کھوہ میں چل بیٹھو. جہاں تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے اس کام میں

لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا

تمہارے لئے سہولت کا سامان مہیا کر دے گا    اور اے مخاطب تو دیکھے گا کہ جب آفتاب طلوع

طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا

ہوتا ہے تو دھوپ ان کی کھوہ سے دائیں جانب بچ کر جاتی ہے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے

غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ

تو دھوپ ان سے بائیں جانب کترا جاتی ہے اور ان اصحاب کہف کی حالت یہ ہے کہ وہ اس کھوہ کے کشادہ

مِنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ

میدان میں ہیں یہ بات کہ باوجود میدان میں ہونیکے دھوپ سے محفوظ ہیں خدا کی قدرتو

فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ

دکھائے وہی ہے راہ یافتہ    اور جسکو وہ بے راہ کر دے تو آپ اس کا کوئی ایسا مددگار نہ

لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع

پائیں گے جو اس کی رہنمائی کر سکے

۲ ع ۵ ۱۴

اور اس جواب کے بعد ان نوجوانوں نے آپس میں کہا کہ جب تم ان لوگوں سے عقیدے اور دین میں جدا ہی ہو گئے اور سوائے اللہ تعالے انکے تمام معبودوں سے بھی الگ ہو گئے اور کنارہ کشی اختیار کر چکے تو اب تم پہاڑ کے کسی غار میں چل بیٹھو جہاں تم پر تمہارا پروردگار اپنی رحمت پھیلا دے گا، اور تمہارے اس کام میں تمہارے لئے آرام اور سہولت مہیا کر دیگا۔* یعنی جب تم اپنی قوم کی بدعقیدگی اور انکے جھوٹے معبودوں سے کنارہ کش ہی ہو گئے تو اب تم اپنی فکر کرو اور کسی پہاڑ کی کھوہ میں چل بیٹھو وہاں تم پر تمہارا پروردگار اپنی رحمت اور مہربانی پھیلائیگا اور تمہارے کام میں بھی سہولت و آسانی مہیا فرما دیگا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں اس شہر سے نکل کر پاس ایک پہاڑ میں کھوہ تھی آپس میں مشورت کر کر وہاں جا بیٹھے، نیند غالب ہوئی سو گئے کسی کو معلوم نہ ہوا اتبک سوتے ہیں۔ بیچ میں ایکبار اللہ تعالے نے جگایا تھا جس سے لوگوں پر خبر کھلی پھر سو رہے ۱۲ (۱۶) اور اے مخاطب جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو تو دیکھے گا کہ دھوپ انکے غار سے دائیں جانب کو بچتی رہتی ہے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو دھوپ ان سے بائیں جانب کترا جاتی ہے۔ اور ان اصحاب کہف کی حالت یہ ہے کہ وہ اس کھوہ کے کشادہ اور فراخ میدان میں ہیں۔ یہ بات کہ باوجود میدان میں ہونیکے وہ آفتاب کی تمازت اور دھوپ کی گرمی سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالے کے نشانہائے قدرت میں سے ایک نشان ہے جسکی رہنمائی اللہ تعالے فرمائے اور جسکو ہدایت دے وہی ہے راہ یافتہ اور جس کو وہ بے راہ رکھے اور جس سے وہ دست کش ہو جائے تو آپ اس کا کوئی ایسا مددگار نہ پائینگے جو اسکی رہنمائی کر سکے۔* یعنی اس کھوہ کا جائے وقوع کچھ ایسا واقع ہوا ہے اور شمال رویہ یا جنوب رویہ کچھ اس طور سے وہ کھوہ واقع ہوئی ہے کہ غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے وقت دھوپ ان اصحاب کہف سے بچکر نکل جاتی ہے اور انکو تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ ایک کشادہ میدان میں ہیں یعنی پہاڑ کے اندر کھوہیں بعض حصے تنگ اور بعض کشادہ ہوتے ہیں تو وہ اصحاب کہف ایک ایسے حصے میں ہیں جو فراخ اور کشادہ ہے جہاں روشنی بھی ہے اور ہوا بھی یہ باوجود کمزوری اور ضعف کے انکو ایسی جگہ کامل جانا اور دشمنوں سے انکو محفوظ رکھنا یہ اللہ تعالے کی قدرتوں میں سے ایک قدرت اور نشان ہے۔ اللہ تعالے جسکی رہنمائی اور سرپرستی فرمائے تو اسپر ہدایت کے دروازے کھلجاتے ہیں اور جسپر سے وہ ہاتھ اٹھالے اور بے راہ چھوڑ دے اسکا کوئی مددگار اور رہنما نہیں ہو سکتا اور نہ انکو اسکا کوئی سرپرست اور مرشد مل سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں حق تعالی کی قدرت سے اس مکان میں ان پر دھوپ آوے نہ مینہ اور نہ پر وا رکھلی جاگہہ ہے تنگ اور خفا نہیں ۱۲ (۱۷)

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ

اور اے مخاطب تو انہیں دیکھ کر یہ سمجھتا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو داہنی

وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ

اور بائیں جانب کروٹ بدلواتے تھے اور انکا کتا کھوہ کی چوکھٹ پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا اگر

اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (۱۸)

تو ان اصحاب کہف کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا اور ان کی دہشت تجھ میں بھر جاتی ۔

وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ

اور جس طرح ہم نے انکو سلایا اسی طرح ہم نے انکو جگا بھی دیا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں چنانچہ ان میں ایک کہنے

كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ

تم کتنی مدت رہے - ایک فریق نے جواب دیا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہونگے دوسرے فریق نے کہا تمہارا رب ہی

أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى

خوب جانتا ہے کہ تم کتنی مدت رہے اب تم اپنے میں سے ایک شخص کو یہ روپیہ دے کر شہر کو بھیجو

الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم

پھر وہ جا کر دیکھے کہ کونسا کھانا عمدہ یعنی حلال و پاکیزہ ہے سو اس پاکیزہ کھانے میں سے

بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا (۱۹)

ہمارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور یہ کام نرمی اور ہوشیاری سے کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے

اور اے مخاطب تو انکو اگر دیکھتا تو انکو جاگتا ہوا خیال کرتا اور سمجھتا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم انکو دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب کروٹ بدلواتے رہتے ہیں اور اُن کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونو ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اگر اے مخاطب تو انکو دیکھتا تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا اور اُنکی دہشت اور رعب تجھ میں بھر جاتی اور سما جاتی ×۔ یعنی دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا کہ جاگ رہے ہیں اور وہ سوتے ہیں سونے کی علامت اُن پر نمایاں نہ تھی۔ انکو رعب یا تاکہ لوگ انکو بے آرام نہ کریں۔ کتا انکا چونکہ اُنکے ساتھ چلا گیا تھا اسلئے وہ کھوہ کے دروازے پر اپنی عادت کے موافق پاؤں پھیلائے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ تمام سامان حضرت حق کی طرف سے اُنکی حفاظت کے کیے گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہتے ہیں سوتے ہیں اُن کی آنکھیں کھلی ہیں اُس سے کوئی جانے جاگتے ہیں اور حق تعالےٰ نے اُس مکان میں دہشت رکھی ہے تاکہ لوگ تماشا نہ بکریں کہ وے بے آرام ہوں۔ اُنکے ساتھ ایک کتا بھی لگ لیا تھا وہ بھی زندہ رہگیا اگرچہ کتا رکھنا برا ہے لیکن لاکھوں میں ایک بھلا بھی ہے ۱۲ ہو سکتا ہے کہ جس شریعت پر وہ ایمان لائے تھے اس شریعت میں کتا رکھنے کی ممانعت نہ ہو (۱۸) اور جس طرح ہمنے انکو اپنی قدرت کاملہ سے سُلایا اسی طرح ہمنے انکو جگا دیا اور اُٹھا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ چنانچہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم اس حالت میں یعنی نیند میں یا کھوہ میں کتنی مدت رہے ایک فریق نے جواب دیا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہونگے۔ دوسرے فریق نے کہا یہ تو تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے کہ تم کتنے عرصے اور کتنی مدت رہے۔ اب تم اپنے میں سے کسی شخص کو یہ روپیہ دیکر بھیجو وہ جاکر دیکھے کہ کونسا کھانا عمدہ اور حلال و پاکیزہ ہے سو اُس حلال کھانے میں سے ہمارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور یہ کام خوش تدبیری نرمی اور ہوشیاری سے کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ×۔ یعنی جب آنکھ کھلی تو آپس میں یہ گفتگو کرنے لگے کہ تم کو سوتے ہوئے اور یہاں رہنے میں کتنا عرصہ گذرا بعض نے کچھ کہا اور بعض نے کچھ اندازہ لگایا آخر میں ایک فریق نے بحث کو ختم کرتے ہوئے کہا ہوگا یہ تو تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے اور چونکہ جاگتے ہی بھوک محسوس ہوئی تو روپیہ نکال کر دیا اور کھانے کیساتھ حلال و پاکیزہ کی قید لگائی کیونکہ وہاں بتوں کے نام کا ذبیحہ بکتا ہوگا۔ اور تاکید کردی کہ بھیس بدلکر جائے اور کسی کو ہمارا معاملہ ظاہر نہ ہونے دے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں سیکڑوں برس بیتا انکو ایکدن معلوم ہوا مگر سمجھا دے سو برس تبارک ۱۲ (۱۹)

إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

کیونکہ اگر تمہاری قوم کے لوگ تمہاری خبر پا جائیں گے

يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ

تو یا تو تم کو سنگسار کر دیں گے یا تم کو اپنے دین میں

فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا

لوٹا لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح

إِذًا أَبَدًا ﴿۲۰﴾

نصیب نہ ہوگی۔

کیونکہ اگر تمہاری قوم کے لوگ کہیں تمہاری خبر پا جائیں گے تو تم کو سنگسار کر دیں گے اور پتھر مار مار کر تمہیں قتل کر دیں گے یا تم کو زبردستی اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا کہ تم نے کفر اختیار کر لیا تو تم کو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی اور کبھی خیر سے نہ رہنا ہوگی۔ چونکہ وقت کا صحیح اندازہ نہ تھا اس لئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ شہر میں دقیانوس اور اسی کی پارٹی حکمراں ہوگی اور وہی لوگ ہوں گے جن کے فتنہ سے ہم بچ کر نکلے تھے حالانکہ شہر کے تمام حالات بدل چکے تھے اور چونکہ وہ لوگ سخت سزائیں دینے اور قتل کرنے کے عادی تھے۔ اسی خیال سے یہ کہا کہ دیکھو ہماری خبر نہ ہو ورنہ یا قتل کئے جاؤ گے یا کافر بنا لئے جاؤ گے۔ عود اس لئے فرمایا کہ جس بت پرستی سے نفرت ہوئی تھی اور ایمان لائے تھے وہی پھر اختیار کرنی پڑے گی خواہ جبراً ہی ہو لیکن تھوڑے سے عرصہ کے بعد کفر سے آدمی مانوس ہو جاتا ہے۔ اور ایمان کو بھول جاتا ہے اور یہ جو کہا فلاح نصیب نہ ہوگی تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا میں تو خیر ہاتھ سے نکل جائے گی اور کفر کے عادی ہو جاؤ گے اور قیامت میں کفر کا جو انجام ہوگا وہ جانتے ہی ہو اس لئے نہ دنیا میں فلاح ملے گی نہ آخرت میں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک ان میں روپیہ لے کر گیا وہاں سب چیز اور ہی دیکھی۔ اس مدت میں کئی قرن بدل گئے۔ شہر کے لوگ اس روپیہ کا سکہ دیکھکر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے۔ جانا کہ اس شخص نے گڑا مال پایا قدیم کا۔ آخر بادشاہ تک پہنچا اس سے پوچھ کر سب احوال معلوم کیا اور اس وقت اس شہر میں دو مذہب کے لوگ تھے۔ ایک آخرت میں جینے کے قائل دوسرے منکر، جھگڑا پڑ رہا تھا بادشاہ منصف تھا چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی سند ہاتھ لگے تو دوسروں کو سمجھا دیوے۔ اللہ نے یہ سند بھیج دی، بادشاہ آپ جا کر غار میں سب کو دیکھ آیا، ہر ایک سے احوال سن آیا تب اس شہر کے لوگ آخرت پر یقین لائے کہ یہ قصہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں ۱۲ (۲۰)

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا

اور جس طرح ہمنے انکو سلایا اور جگایا اسی طرح ہمنے انکے حال سے اس زمانہ کے لوگوں کو مطلع کر دیا

اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ

تاکہ وہ لوگ اس امر کا یقین کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نیز یہ کہ قیامت میں

لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ

ذرا شک کی گنجائش نہیں وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب اس زمانہ کے لوگ ان کے

بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ

بارے میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان اصحاب کہف کی کھو پر

بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ

کوئی عمارت بنادو ان کا رب ہی ان کے حالات کو خوب جانتا ہے جو لوگ

الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ

اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا

لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

ہم تو ان اصحاب کہف کی کھو پر یعنی اس کے قریب مسجد تعمیر کرینگے

اور جس طرح ہم نے اُن کو سلایا اور جگایا اسی طرح اُنکے احوال سے اس زمانے کے لوگوں کو مطلع کر دیا تاکہ منجملہ اور فوائد کے اس شہر کے لوگ اور وہاں کی حکومت سب اس امر کا یقین کر لیں کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے اور وعدہ یہ کہ قیامت کے واقعہ ہونے میں ذرا شک کی گنجائش نہیں وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ اس زمانے کے لوگ اُنکے بارے میں باہم جھگڑ رہے تھے سو اُن لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کی کھوہ اور غار کے مُنہ پر ایک عمارت تعمیر کرا دو اُن کا پروردگار ہی اُن کے حال کو خوب جانتا تھا بالآخر جو لوگ اپنے کام پر غالب اور قابو یافتہ تھے یعنی ذی اقتدار تھے۔ انہوں نے کہا ہم تو ان اصحاب کہف کے غار پر یعنی اس کے قریب ایک مسجد تعمیر کرا دینگے ×

یعنی جس طرح اُنکو سلایا اور اُنکے اجسام کی حفاظت کی اور انکو ایک خاص موقعہ پر جبکہ دقیانوس کا نام ونشان نہ رہا انکو زندہ کر دیا اسی طرح اُنکے حال سے اہل شہر کے باشندوں کو باخبر بھی کر دیا۔ کیونکہ قیامت کے وقوع اور عدم وقوع کا قصہ چل رہا تھا ان کے حالات سے قائلین وقوع قیامت کو تقویت پہنچے۔ رہا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے وقت ان لوگوں کا حال معلوم ہوا جبکہ شہر میں ان کا چرچا بہت تھا اور لوگ ان کا تاریخی طور پر ذکر کرتے تھے، کوئی کہتا تھا اُن کو تلاش کرو، کوئی کہتا تھا وہ مر کھپ گئے ہونگے اب کہاں رکھے ہیں اُنکو بھاگے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ان کا حال ظاہر ہو جانے سے وہ سب باتیں صاف ہو گئیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جھگڑا عمارت کے بنانے نہ بنانے میں ہوا ہو۔ عمارت کا فیصلہ ہونے کے بعد نقشے کے تعین میں جھگڑا ہوا ہو۔ اور ارباب حکومت اور اصحاب اقتدار نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ ہم یہاں ایک مسجد بنا دیں گے، تاکہ سب جھگڑا ختم ہو۔ جو لوگ تعمیر چاہتے تھے ان کا منشا یا تو یادگار قائم کرنا ہوگا اور یا عوام سے حفاظت مقصود ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اصحاب کہف کا دین و مذہب اللہ کو معلوم ہے کہ فقط توحید پر قائم تھے اور کسی نبی کی شریعت پکڑنے نہیں پائے مگر جو لوگ اُن کی خبر پاکر معتقد ہوئے اور پاس مکان زیارت بنا دیا وہ نصاریٰ تھے۔ اصحاب کہف سب لوگوں کو رخصت کر کر پھر سو گئے ۱۲ (۲۱) ﴿

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ج

اب کچھ لوگ تو یوں کہیں گے کہ وہ اصحابِ کہف تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے

وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

اور کچھ یوں کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے ان لوگوں کا کام

رَجْمًا بِالْغَيْبِ ج وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّ

بن دیکھے نشانہ پر تیر پھینکنا ہے اور بعض ان میں سے یوں کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور

ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط قُلْ رَّبِّىٓ أَعْلَمُ

آٹھواں ان کا کتا ہے آپ ان اختلاف کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ ان کی گنتی کو میرا رب

بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۵ فَلَا

خوب جانتا ہے ان کی صحیح تعداد کو نہیں جانتے مگر بہت کم لوگ اور اے پیغمبر ان اصحاب کہف کے

تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا

بارے میں سوائے سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور نہ ان کے متعلق

تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ع ۲۲ وَلَا تَقُولَنَّ

ان لوگوں میں سے کسی سے کچھ دریافت کیجئے ۰ اور آپ کسی کام کے متعلق یوں کہا

لِشَاىْءٍ إِنِّى فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۲۳

کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا

ع ۳ ۵ ۱۵

اب کچھ لوگ تو یوں کہیں گے یعنی اصحاب کہف کا قصہ بیان کرتے وقت اُن کی تعداد کے متعلق یوں کہیں گے کہ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کُتا ہے اور کچھ لوگ یوں کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ ان لوگوں کا کام بن دیکھے نشانے پر پتھر پھینکنا ہے یعنی محض اٹکل سے ان کا کہنا ہے اور کچھ لوگ ان میں سے یوں کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ اے پیغمبر آپ ان اختلاف کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ اُن اصحاب کہف کی گنتی کو میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُن کی صحیح تعداد اور ٹھیک ٹھیک گنتی کو نہیں جانتے مگر بہت تھوڑے اور قلیل لوگ۔ لہٰذا اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے ان اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے سلسلے میں سوائے سرسری بحث کے زیادہ جھگڑا نہ کیجئے اور نہ ان اصحاب کہف کے متعلق ان لوگوں میں سے کسی سے کچھ پوچھئے اور دریافت کیجئے ✻ یعنی اُن کے واقعات میں سے جس قدر ضروری تھا وہ وحی کے ذریعہ بتا یا گیا۔ مزید تفصیل جو غیر ضروری تھی وہ نہیں بتائی گئی۔ لہٰذا اب ان کے بارے میں مزید گفتگو اور مزید بحث و مباحثہ یا سوال و جواب اور مزید تفصیل معلوم کرنے کی کوشش سب بے کار ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ان باتوں میں جھگڑا کرنا کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ وے سات ہیں کہ اللہ تعالے نے پہلی دو باتوں کو بن دیکھا نشان کہا اور اس کو نہیں کہا ۱۲ ابن کثیر نے عبداللہ ابن عباسؓ کا یہ قول بھی ذکر کیا ہے کہ جن قلیل کو اللہ تعالے نے مستثنیٰ کیا ہے انہی قلیل میں میں بھی ہوں (۲۲) اور آپ اے پیغمبر کسی کام کے متعلق یوں نہ فرمادیا کیجئے کہ اس کام کو یا اس بات کو کل کر دوں گا (۲۳) ✻

ع ۵ ۱۵

إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ

مگر خدا کے چاہنے کو ملا کر کہا کیجئے یعنی انشاء اللہ کہہ دیا کیجئے اور جب آپ

رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ

بھول جائیں تو یاد آنے پر اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے اور آپ ان سے کہہ دیجئے

عَسٰٓى أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ

مجھے توقع ہے کہ میرا رب مجھے کوئی ایسی بات بتا دے

لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

جو باعتبار دلیل نبوت کے اصحاب کہف کے قصے سے بھی قریب تر ہو

مگر ہاں اللہ تعالیٰ کے چاہنے اور اسکی مشیت کے ساتھ معلق فرماکر کہا کیجئے یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہدیا کیجئے اور جب کبھی آپ اتفاق سے بھول جائیں تو یاد آنے پر اپنے پروردگار کا ذکر کرلیا کیجئے اور آپ ان سے فرما دیجئے مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے کوئی ایسی بات بتادے جو میری نبوت کی دلیل ہونے کے اعتبار سے اصحاب کہف کے قصے سے بھی قریب تر ہو ٭ یعنی جب کوئی کام کرنے کے متعلق آپ وعدہ کریں تو انشاء اللہ یا اس سے ملتے جلتے کلمات فرمادیا کیجئے جیسے عسیٰ ان یھدین ربی مثلاً پھر حضرت حق کے چاہنے کا ذکر کردیا جائے اور کبھی بہ تقاضائے بشریت یاد نہ رہے تو جب یاد آئے جب فرمادیا کیجئے کیونکہ انشاء اللہ کے فصل اور وصل کی بحث عقود میں ہے۔ روزمرہ کے کلام اور وعدوں میں نہیں ہے۔ جب یاد آجائے جب ہی کہہ لیں روزمرہ کے کلام میں اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے تاخیر سے ضرر نہیں ہوتا اور یہ جو فرمایا اقرب من ھذا رشدا اسکا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو روح کا سوال اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا سوال کیا تھا تو تمہارے نزدیک ان باتوں کا جواب میری نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل تھی حالانکہ یہ محض غیب کی خبروں میں سے ایک خبر تھی جو صحیح سے شام تک میں تم کو وحی الٰہی کے ذریعہ بتا دیتا ہوں۔ یہ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اور ایسی چیز میرے ہاتھ سے ظاہر کردے جو اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی واقعی عجیب و غریب ہو اور لوگوں کے لئے اس واقعہ سے زیادہ رشد ہو اور میری نبوت کے لئے اس واقعہ سے بھی قریب تر دلیل ہو اور اسکے بعد تم ایمان لاؤ جیسا کہ صدہا واقعات کو سنکر اور صدہا معجزات کو دیکھکر ایمان نہیں لاتے تو تم پر وہ دلیل اور ایک حجت ساطعہ قائم ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اصحاب کہف کا قصہ تاریخ کی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا۔ ہر کسی کو خبر کہاں ہو سکتی۔ کافروں نے یہود کے سکھلانے سے حضرت کو پوچھا آزمانے کو۔ حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتادوں گا اس بھروسہ پر کہ جبرئیلؑ آوینگے تو پوچھ دوں گا۔ جبرئیلؑ نہ آئے اٹھارہ دن تک حضرت نہایت غمگین ہوئے۔ آخر یہ قصہ لے کر آئے اور پیچھے یہ نصیحت کہ اگلی بات پر وعدہ نہ کرتے بغیر انشاء اللہ کے اگر ایک وقت بھول جاوے تو پھر یاد کر کر کہہ لے اور فرمایا کہ امید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے ۱۲ (۲۴)

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

اور وہ اصحاب کہف اپنی اس کھو میں تین سو برس رہے

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اور نو برس اور اوپر ۔ اس پر بھی نہ مانیں تو کہدیجیے کہ خدا تعالیٰ انکے

لَبِثُوْا ج لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

رہنے کی مدت کو بہتر جانتا ہے آسمانوں اور زمین کا تمام علم غیب اسی کو ہے

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ط مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

اللہ تعالےٰ کیا ہی دیکھنے والا اور کیا ہی سننے والا ہے اس کے سوا بندوں کا

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ

کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو

اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ

شریک کرتا ہے ۔ اور آپ کے رب کی جو کتاب آپکے پاس وحی کے ذریعہ سے نازل ہوئی ہے

كِتَابِ رَبِّكَ ج لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وقف

اس کو پڑھ کر سناتے رہیئے خدا کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور آپ خدا کے سوا کہیں پناہ کی جگہ نہ پائیں گے ۔

اور وہ اصحاب کہف اپنے اس غار اور کھوہ میں تین سو برس رہے اور نو برس اوپر ٭
یعنی اصحاب کہف جہاں جا کر چھپے تھے وہاں کے سونے اور جاگنے کی مدت تین سو نو برس
تھی گویا صحیح بات یہ ہے کہ ان کی نیند کی مدت تین سو نو برس تھی اس کے بعد جاگے
اگر اس میعاد پر بھی یہ اپنی عادت کے موافق اختلاف کریں تو آگے اس کا جواب ہے (۲۵)
آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالےٰ اُن کے غار میں رہنے کی مدت کو بہتر اور خوب جانتا ہے یعنی
تم سے زیادہ وہ جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی اللہ تعالےٰ کو ہے اللہ تعالےٰ
کیا ہی دیکھنے والا اور کیا ہی سننے والا ہے اس کے سوا بندوں کا کوئی کارساز اور نیز ان پر
کوئی مختار نہیں ہے اور نہ اللہ تعالےٰ اپنے حکم میں کسی کو ساجھی اور شریک کرتا ہے ٭
حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جتنی مدت سو کر وے جاگے تھے تاریخ والے کئی
طرح بتاتے تھے سب سے ٹھیک وہی جو اللہ تعالےٰ نے بتا دے یہاں تک قصہ ہو چکا ۱۲
خلاصہ یہ کہ جس قدر تفصیل مقصود تھی اور ضروری تھی وہ پوری ہو گئی نہ بندوں کا کوئی کارساز
و مختار ہے اور نہ اُس کے حکم میں کسی کی شرکت ہے۔ وہ کیسا سننے والا اور کیسا جاننے والا ہے
اُس سے کون سی بات چھپی ہوئی ہے جو کچھ اُس نے بتا دیا وہی ٹھیک اور سچ ہے اُس کے علاوہ
جو کہا جائے وہ محض اٹکل ہے (۲۶) اور اے پیغمبر آپ کا کام تو صرف اس قدر ہے کہ
آپ کے رب کی جو کتاب وحی کے ذریعہ آپ کی جانب اُتاری گئی ہے اور آپ کے پاس
آئی ہے اُس کو پڑھ کر سناتے رہئے اللہ تعالےٰ کی باتوں کو اور اُس کے وعدوں کو
کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ اُس کے سوا کہیں پناہ کی اور چھپنے کی جگہ نہ پائیں گے ٭
یعنی مجرموں اور نافرمانوں کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ فرماں برداروں کے لئے البتہ اُس کی
رحمت وسیع ہے جیسا کہ اصحاب کہف کی مدد اور حمایت کی گئی۔ کسی کے انکار کی جانب
توجہ نہ کیجئے ان کو قرآن پڑھ کر سنائیے خدا کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا (۲۷) ٭

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ

اور جو لوگ صبح اور شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی اور خوشنودی

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ

کے لئے کیا کرتے ہیں آپ ان کی ہم نشینی کا اپنے

الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

آپ کو پابند رکھئے اور یہ نہ ہو کہ

تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ

دنیوی زندگی کی زینت و آرائش کے خیال سے

زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ

آپ کی آنکھیں ان مخلصین سے پھر جائیں اور آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے

مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ

اور وہ اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے

اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

گزر چکا ہے

اور اے پیغمبر جو لوگ صبح اور شام اپنے رب کی یاد اور اُس کی عبادت محض اُس کی خوشنودی اور رضا جوئی کی غرض سے کیا کرتے ہیں اُن کی ہم نشینی اور اُن کے ساتھ بیٹھنے کے پابند رہئے اور ایسا نہ ہو کہ دنیوی زندگی کی زینت و آرائش کے خیال سے آپ کی آنکھیں اور آپ کی توجہات خصوصی اُن مخلصین سے پھر جائیں اور آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے اور اُس کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش پر چلتا اور نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اُس کا یہ کام حد سے گذر چکا ہے۔ ساتویں پارے میں مفصل بحث گذر چکی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مکہ کے دولت مند کافر غریب مسلمانوں کے ہمراہ بیٹھکر قرآن سننا پسند نہ کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ قرآن سننے کے لئے ہماری مجلس کا تقریبان سے علیحدہ کیا جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ غریبوں کی ہم نشینی اختیار کیجئے اور رؤساء اور سرمایہ داروں کی وجہ سے مسلمان غربا کا ساتھ نہ چھوڑ دیجئے۔ یہ لوگ صبح و شام یعنی ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی عبادت محض اس کی خوشنودی کیلئے کرتے ہیں ان کا مقصد صرف اسکی ذات ہے اور جو بھلائی کرتے ہیں صرف اللہ تعالےٰ کے منہ اور اسکو راضی کرنیکی غرض سے کرتے ہیں انکی اور کوئی دنیوی غرض نہیں ہوتی ایسے لوگوں کو نظر انداز نہ فرمائیے اور کفار رؤساء کی دل جوئی کیلئے اپنی خصوصی توجہات سے غریب مسلمانوں کو محروم نہ کیجئے اور آپ ایسے شخص کا مشورہ نہ قبول کیجئے جو اپنی نفسانی خواہش کا تابع ہے اور جس بدنصیب کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے ایسے لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ اُن کی خاطر سے مخلصین کو چھوڑا جائے۔ یہ رؤساء مکہ تو وہ لوگ ہیں جو نفسانی خواہشات کی پیروی میں حد سے گذر چکے ہیں اور افراط و تفریط میں ملوث ہیں۔ آیت سے معلوم ہوا کہ نافرمانی اور کفر پر اصرار کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ قلب سے ذکر کی لذت سلب کر لی جاتی ہے بلکہ دل کو یاد الٰہی سے غافل کر دیا جاتا ہے اور یہ حالت روحانی مرض کی انتہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک کافر حضرت کو سمجھانے لگا اپنے پاس رذالوں کو نہ بیٹھنے دو کہ سردار تم پاس بیٹھیں۔ رذالا کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولت مند کافروں کو اسی پر یہ آیت اتری ۱۲ (۲۸) ۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ

اور آپ ان سے کہدیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی جانب سے آیا ہے پس جو چاہے

فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ

اس کو مانے اور جو چاہے نہ مانے بے شک ہم نے

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ

ظالموں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کافروں کو

بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا

گھیرے ہوئے ہوں گی اور اگر وہ کافر فریاد کریں گے

يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ

تو انکی فریادرسی ایک ایسے پانی سے کیجائیگی جو پگھلے ہوئے تانبہ کی مثل ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالیگا

بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

کیا ہی برا پانی ہے اور وہ آگ آسائش کے لحاظ سے کیا ہی بری آرام گاہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو ہم

لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

اس شخص کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو بھلا کام کیا کرتا ہے

اور آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے پروردگار کی جانب سے آیا ہے سو جس کا جی چاہے اس کو مانے اور ایمان لائے اور جو چاہے اس کو نہ مانے اور کافر بنا رہے بلاشبہ ہم نے ایسے ظالموں اور ناانصافوں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان ظالموں کو گھیرے ہوتے ہوں گی اور اگر وہ کافر پیاس کی وجہ سے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایک ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مثل ہوگا جو اپنی حرارت کی وجہ سے ان ظالموں کے منہوں کو بھون ڈالیگا کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ کیا ہی بری آرام گاہ ہوگی ※ یعنی دین حق پروردگار کی جانب سے آچکا اب اگر ایمان لاؤ گے تو تمہارا ہی فائدہ اور بھلا ہے، ایمان نہ لاؤ گے تو تمہارا ہی نقصان اور ضرر ہے۔ چنانچہ اس نفع اور نقصان کی تفصیل بیان فرمائی جہنم کی قناتیں جن سے اہل دوزخ کو گھیرا جائے گا وہ بھی آگ کی ہوں گی، اور جب پانی مانگیں گے اور پیاس پیاس کریں گے تو ایسا پانی دیا جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ اور دوزخیوں کی پیپ اونٹی ہوئی اور گرم ایسا جیسے تانبا پگھلا ہوا جس کو منہ سے قریب کرتے ہی منہ جھلس جائے۔ پانی بھی برا اور جہنم کی آگ آسائش و آرام کے اعتبار سے کیا ہی بری آرام گاہ ہے (۲۹) اب آگے ایمان لانے والوں کے نفع اور بھلائی کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور وہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کے بھی پابند رہے تو ہم ایسے شخص کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کیا کرتے جو بھلا کام کیا کرتا ہے (۳۰) ※

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن

ایسے ہی نیک لوگوں کے رہنے کو دائمی باغ ہیں ان لوگوں کے نیچے

تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ

نہریں بہہ رہی ہوں گی ان کو ان باغوں میں سونے کے کنگن

مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا

پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور دبیز ریشمی کپڑے پہنیں گے

مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا

ان باغوں میں یہ لوگ مسہری نما تختوں پر تکیے لگائے

عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ

بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا بدلا ہے اور وہ جنت آسائش کے لحاظ سے کیا ہی خوب

مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ

آرام گاہ ہے ٭ اور اے پیغمبر آپ ان لوگوں کے لئے ان دو شخصوں کا حال بیان کیجئے

جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ

کہ ہم نے ان دونوں میں سے ایک کو انگوروں کے دو باغ دیئے تھے

وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾

اور ہم نے ان دونوں باغوں کو چاروں طرف سے کھجور کے درختوں سے گھیر رکھا تھا اور دونوں باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی پیدا کی تھی

ع ۹ ۱۶

ایسے ہی نیک عمل کرنے والوں کے لئے رہنے کو دائمی باغ ہوں گے۔ ان کے محلات ومکانات کے پاس نہریں بہ رہی ہوں گی۔ ان لوگوں کو اُن باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے پہنیں گے۔ یہ لوگ اُن باغوں میں مسہری نما تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا صلہ اور بدلا ہے اور وہ جنت آسائش کے لحاظ سے کیا ہی خوب آرام گاہ ہے۔ ایمان نہ لانے کا نقصان بھی اور ایمان لانے کا فائدہ بھی مذکور ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمین کپڑے مردوں کو ملنا ہے بہشت میں، جو کوئی یہاں پہنے یہ چیزیں وہاں نہ پہنے ۱۲ (۳۱) اور اے پیغمبر آپ اُن لوگوں کے لئے جو دنیا سے محبت کرتے ہیں اور آخرت اور عقبیٰ سے بیزار ہیں اُن دو شخصوں کا حال بیان کر دیجئے۔ جن دو میں سے ہم نے ایک کو تو انگور کے دو باغ دئے تھے اور ہم نے ان دونوں باغوں کو چاروں طرف سے کھجور کے درختوں سے گھیر رکھا تھا اور دونوں باغوں کے چاروں طرف کھجور کے درختوں کی باڑھ گا رکھی تھی اور دونوں باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی پیدا کی تھی۔ یعنی انگوروں کے دو باغ چاروں طرف کھجوروں کی باڑ بیچ میں کھیتی اور آگے آتا ہے نہر کا پانی۔ یہ دونوں شخص یا تو قرابت دار تھے یا دونوں آپس میں ملاقات اور میل رکھتے تھے یہ دو باغ والا بددین تھا اور دوسرا دین دار تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اگلے زمانے میں ایک شخص مال دار مر گیا، دو بیٹے رہے، برابر مال بانٹ لیا، ایک نے زمین خرید کی دو طرف میوے کے باغ لگائے بیچ میں کھیتی اور ندی کاٹ لا کر اُن میں ڈالی کہ مینہہ نہ ہو تو بھی نقصان نہ آوے اور عمدہ جگہ بیاہ کیا، اولاد ہوئی اور نوکر رکھے۔ تدبیر دنیا درست کر کے آسودہ گزران کرنے لگا۔ دوسرے نے سب مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا آپ قناعت سے بیٹھ رہا ۱۲ (۳۲)۔

ع ۹ / ۱۶

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ

وہ دونوں باغ اپنے پورے پھل لاتے تھے اور پھل لانے میں

تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

ذرا سی بھی کمی نہ کرتے تھے اور ان دونوں باغوں کے درمیان ہم نے

نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ

نہر جاری کر رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی بہت سے پھل تھے پھر اس شخص نے اپنے ایک ساتھی سے

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ

باتیں کرتے کرتے کہا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں

مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ

اور لحاظ جتھے کے بھی تجھ سے زیادہ عزت دار ہوں۔ اور وہ اسی

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

حالت میں کہ وہ اپنے حق میں برا کر رہا تھا اس اپنے باغ میں پہنچا

قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ

اور سوچ کر کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ

هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ ۙ

کبھی بھی برباد ہو۔

وہ دونوں باغ اپنے پورے پھل لایا کرتے تھے اور پھل لانے میں ذرا سی بھی کمی نہیں کرتے تھے اور پھلوں کو گھٹاتے نہیں تھے اور اُن دونوں باغوں کے درمیان ہم نے نہر جاری کر رکھی تھی (۳۳) اور اس کے پاس اور بھی بہت سے پھل ہوتے تھے پھر اس مالدار مگر بد دین نے اپنے دوسرے ساتھی سے باتیں کرتے کرتے کہا میں تجھ سے مال میں بھی بڑھا ہوا ہوں، میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی میں تجھ سے زیادہ عزت دار اور غلبہ والا ہوں ٭ یعنی ان باغوں میں علاوہ کھجور اور انگور کے اور پھل بھی تھے۔ یا یہ مطلب کہ پھلوں کے علاوہ آمدنی کے اور بھی ذرائع تھے اور اقسام مال میں سے اور بھی انواع مال اس کے پاس تھے۔ بہرحال دوران گفتگو میں اُس اپنے دین دار ساتھی سے کہنے لگا کہ تو میرے طریقہ کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے طریقہ کو اچھا کہتا ہے لیکن دیکھ اگر تیرا طریقہ اچھا ہوتا تو تیری حالت اچھی ہوتی اور میرا طریقہ برا ہوتا تو میرے ساتھ برا سلوک ہوتا۔ حالانکہ میں مال کے لحاظ سے بھی اور ساتھیوں کے اعتبار سے بھی تجھ سے بہت زیادہ اور بڑی عزت اور غلبہ کا مالک ہوں (۳۴) اور وہ اسی حالت میں کہ وہ اپنے حق میں برا کر رہا تھا اپنے ساتھی کو لئے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا۔ باغ میں داخل ہونے کے بعد کہنے لگا کہ میں تو یہ خیال نہیں کرتا اور میں تو یہ نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہو (۳۵) ٭

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

اور میں یہ بھی یقین نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر بالفرض

رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا

اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو بھی اپنے موقعہ بازگشت کو اس باغ سے

مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

بہتر ہی پاؤں گا ۔ اس کے ساتھی نے باتیں کرتے کرتے جواب دیا

اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو اول مٹی سے پھر

نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ

نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھ کو پورا آدمی بنایا ۔ لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ تعالیٰ

رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ

میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ۔ اور تو جس وقت اپنے باغ میں

جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ

پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور خدا کی مدد کے بغیر کوئی زور نہیں

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾

اگر تو مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولاد میں کم ہوں ۔

اور میں یہ بھی خیال نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے یعنی اول تو قیامت کا مجکو یقین ہی نہیں اور اگر میں اتفاقاً اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو بھی اپنے موقعہ بازگشت اور لوٹنے کی جگہ کو اس باغ سے بہتر ہی پاؤں گا ۳۶۔ یعنی نہ تو مجھکو اس کا یقین ہے کہ میرے جیتے جی یہ باغ کبھی تباہ و ہلاک ہوگا اور نہ مجھ کو قیامت کے آنے کا گمان و یقین ہے۔ اور اگر ایسا ہوا بھی کہ مجھے لوٹایا گیا تو وہاں بھی اس باغ سے بہتر باغ کا مالک بنوں گا اور لوٹنے کی جگہ یہاں سے اچھی ہوگی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں منکر لوگ جانتے ہیں کہ جیسے دنیا میں عیش کرتے ہیں گناہوں کے ساتھ وہی بات ہوگی آخرت میں سو ہرگز ہوتا نہیں (۳۶) ۱۲

اور اس کے ساتھی ایمان دار نے باتیں کرتے کرتے اس کو جواب دیا کیا تو اس پاک ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو ابتداءً مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے جو اس مٹی کا جوہر تھا اس سے پیدا کیا پھر تجھ کو پورا اور صحیح و سالم آدمی بنایا (۳۷) لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ۳۸۔ یعنی اس نے تیرے باپ آدم کو مٹی سے بنایا پھر آدم سے سلسلہ شروع کیا اور اسی مٹی کے نچوڑ اور سلالہ سے تجھ کو پیدا کیا اور تیرے تمام اعضاء کو ایک لیبل میں کر کے ایک بہتر بن شکل و صورت کا آدمی بنایا میں تو اسی کو اپنا حقیقی رب مانتا ہوں اور اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک قرار نہیں دیتا (۳۸) اور تو جس وقت اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو تو نے یوں کیوں نہیں کہا کہ جو اللہ چاہتا ہے اور جو اس کو منظور ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی مدد اور استعانت کے بغیر کسی میں کوئی زور اور قوت نہیں ہے اگر تو مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولاد میں کمتر ہوں (۳۹)

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا

تو میرے رب کی شان سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ مجھ کو تیرے باغ سے بہتر باغ

مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا

عطا کر دے اور تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی سخت آفت بھیج دے

مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا

کہ دفعتہً وہ باغ ایک صاف چٹیل میدان

زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا

ہو کر رہ جائے ٭ یا اس ناگہانی آفت سے اس باغ کا پانی اتنا زمین کے اندر اتر جائے

فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ

کہ تو اس کو کسی طرح تلاش نہ کر سکے ٭ اور اس کے تمام پھل

بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ

آفت ناگہانی سے گھیر لئے گئے پھر جو مال اس نے اس باغ کے بنانے میں خرچ کیا تھا

اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ

اس پر صبح کو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اور اس باغ کی حالت یہ ہوئی کہ وہ اپنی ٹٹیوں پر ڈھیا ہوا پڑا تھا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

وہ کہنے لگا اے کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا ٭

تو میرے رب کی شان سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ مجھ کو تیرے باغ سے بہتر باغ
عطا کر دے اور تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی سخت آفت بھیج دے کہ وہ باغ چٹیل
میدان ہو کر رہ جائے (۴۰) یا اس ناگہانی اور بلا سے اس باغ کا پانی زمین کے اندر
اتنا اُتر جائے کہ تو اس کو کسی طرح تلاش نہ کر سکے اور اس کو نکالنے کی کوشش بھی
نہ کر سکے ٭ یعنی تجھ کو باغ میں داخل ہوتے وقت چاہئے تھا کہ باغ کو اچھی حالت
میں دیکھ کر کہتا ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ رہی یہ بات تو مجھ کو اپنے سے
مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے کہ میرے پاس مال کم ہے اور جتھا بھی زیادہ شاندار
نہیں ہے تو اس کا مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ سے یہ بات کچھ بعید نہیں ہے اور امید ہے
کہ وہ مجھے تیرے باغ سے بھی اچھا اور بہتر باغ عنایت کر دے اور اس تیرے باغ پر
کوئی آسمان سے آفت اور لو کا کوئی جھونکا بھیج دے جس سے یہ باغ ایک چٹیل میدان
اور بنجر زمین ہو کر رہ جائے یا خلاف توقع یہ نہر کا پانی زمین میں اتنا نیچے اور گہرا
اُتر جائے کہ تو اس کو تلاش اور حاصل نہ کر سکے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔
رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی لفظ کہے ماشاء
اللہ لا قوۃ الا باللہ کہ ٹوک نہ لگے ۱۲ (۴۱) اور اس کے تمام پھل اور جملہ سامان
نزول آفت آسمانی سے گھیر لیا گیا اور جو کچھ اس نے اس باغ پر روپیہ خرچ کیا تھا
اور باغ کی درستی پر جس قدر روپیہ خرچ ہوا تھا یہ اس پر صبح کو ہاتھ ملتا رہ گیا اور اس
باغ کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ اپنی ٹٹیوں پر گرا اور ڈھیا ہوا پڑا تھا اس حالت سے متأثر
ہو کر کہنے لگا اے کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ٭
حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مال تو اللہ کی نعمت تھی پر اترانے سے اور کفر بکنے
سے آفت آئی ۱۲ (۴۲) ٭

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

اور اس کی مدد کے لئے کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو خدا کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ

اس کی مدد کر سکتی اور نہ وہ خود ہی بدلا لے سکا ٭ ایسے موقع پر

الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ

مدد کرنا خدائے برحق ہی کا کام ہے وہی باعتبار انعام کے بہتر ہے اور

خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ

وہی باعتبار انجام کے بہتر ہے ٭ اور آپ ان لوگوں کے لئے دنیوی

ع ۵ ۱۲

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ

زندگی کی حالت بیان کر دیجئے کہ یہ زندگی ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی

السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

برسایا پھر اس پانی سے زمین کا سبزہ خوب گنجان ہو کر بڑھا

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ

پھر وہ سبزہ اس طرح ریزہ ریزہ ہو گیا کہ اس کو ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

اور اللہ کو ہر شے پر پورا اقتدار ہے ٭

اور اُس کے لئے کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی جو اللہ تعالےٰ کے سوا اُس کی مدد کر سکتی اور نہ وہ خود ہی اپنا بدلا لے سکا ٭ یعنی نہ اپنے میں بدلا لینے کی سکت اور نہ کوئی اور جتھا اور مال و اولاد کی کثرت اُس کے کام آ سکی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آخر اُس باغ پر وہی ہوا جو اُس نیک کی زبان سے نکلا، رات کو آگ لگ گئی آسمان سے سب جل کر ڈھیر ہو گیا، مال خرچ کیا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا ۱۲ (۴۳) ایسے موقعہ پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اُسی کا انعام سب سے اچھا ہے اور اُسی کی طاعت و فرماں برداری کا انجام اور نتیجہ اچھا ہے ٭ یعنی اُس کا دیا ہوا ثواب اور بدلا بھی سب سے بہتر اور اُسی کی طاعت کا نتیجہ اور انجام بھی سب سے بہتر (۴۴) اور اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان کر دیجئے کہ یہ زندگی ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی کے ذریعہ سے زمین کا سبزہ خوب گنجان ہو کر بڑھا اور اُس پانی کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ سبزہ خشک ہو کر اس طرح چورا اور ریزہ ریزہ ہو گیا کہ ہوائیں اُس کو اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تعالےٰ کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت حاصل ہے ٭ یعنی اس عارضی دنیا کی زندگی میں جو رونق اور بہار نظر آتی ہے اُس کی اور زوال کی یہ حالت ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ اُس پانی سے زمین کی روئیدگی کو تقویت پہنچی اور کھیتی خوب ہری بھری اور گنجان ہو کر خوب بڑھی اور وہ کھیتی یکایک خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئی کہ ہوائیں اُس کو اُڑاتی پھریں۔ یہی حال دنیا کی زندگی کا ہے کہ آج ہری بھری ہے اور کل کچھ بھی نہیں اور اللہ تعالےٰ کو ہر شی پر قدرت حاصل ہے جب چاہیں کسی کو پیدا کریں اور جب چاہیں فنا کر دیں۔ قوموں کے عروج و زوال سب اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جب چاہے پھر جلا دے ۱۲ (۴۵) ٠٠

ع ۵
۱۴
۱۷

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج

مال اور بیٹے تو دنیوی زندگی کی رونق ہیں

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

اور جو اعمال صالح باقی رہنے والے ہیں وہ آپکے رب کے نزدیک باعتبار ثواب کے بھی

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ

بہتر ہیں اور از روئے امید کے بھی بہتر ہیں ۔ اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن ہم

الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً لا وَّ

تمام پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ وہ ایک کھلا ہوا میدان ہے اور

حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ ج

ہم سب لوگوں کو جمع کریں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے ۔

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ط لَقَدْ

اور سب لوگ آپ کے رب کے روبرو صف بستہ پیش کئے جائیں گے ان سے

جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ز م

کہا جائیگا جس طرح ہم نے تمکو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح تم ہمارے سامنے حاضر ہوئے

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

بلکہ تم تو یوں سمجھتے تھے کہ ہم تمہارے لئے وعدے کا کوئی وقت مقرر ہی نہیں کریں گے ۔

مال اور بیٹے تو دنیوی زندگی کی رونق اور بہار ہیں اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے پروردگار کے نزدیک اس دنیا سے باعتبار ثواب کے بھی بدرجہا بہتر ہیں اور از روئے اُمید بھی بدرجہا بہتر ہیں ❊ یعنی مال ہوا یا بیٹے ہوئے یہ تو صرف یہاں کی رونق اُن کے ساتھ نہ کوئی اُمید وابستہ کی جا سکتی ہے اور نہ یہ چیزیں اُمید کے قابل ہیں نہ ان پر بھروسہ کیا جائے البتہ اعمال صالحہ جو باقی رہنے والے ہیں وہ ثواب کے اعتبار سے بھی دنیا کے مقابلے میں بہتر اور اُمید اور بھروسہ کے اعتبار سے بھی بہتر اور بدرجہا بہتر ہیں یہاں کی بے ثباتی کسی اعتبار سے بھی آخرت سے بہتر نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھا جاوے جو جاری رہے یا نیک رسم چلا جائے مسجد کنواں سرائے باغ کھیت وقف کر جاوے یا اولاد کو تربیت کر کر صالح چھوڑ جاوے ۱۲ ابن کثیر نے باقیات الصالحات کے سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل کی ہیں سعید بن مسیبؓ کے نزدیک سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کا پڑھنا باقیات الصالحات میں سے ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حدیث میں مذکور ہے (۴۶) اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دینگے اور وہ اپنی جگہ قائم نہ رہینگے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ وہ صاف ایک کھلا ہوا میدان ہے اور ہم سب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کر لینگے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑینگے ❊ یعنی ابتدا میں پہاڑ اپنی جگہ سے اُکھڑ جائینگے اور آخر کو ریزہ ریزہ ہو کر اُڑ جائینگے فقل ینسفھا ربی نسفا اور زمین بالکل صاف ہو جائیگی لا تریٰ فیھا عوجا ولا امتا۔ صاف میدان ہو جانیکے بعد سب کو قبروں سے اُٹھا کر جمع کیا جائیگا اور کسی ایک شخص کو بھی نظر انداز نہ کیا جائیگا (۴۷) اور سب لوگ آپکے پروردگار کے سامنے صف بستہ اور قطار در قطار پیش کیے جائینگے ارشاد ہوگا جسطرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اُسی طرح تم ہمارے پاس آ گئے بلکہ تم تو یوں سمجھتے تھے کہ ہم تمہارے لئے وعدہ کا کوئی وقت ہی مقرر نہیں کریں گے ❊ یعنی منکرین حشر کو کہا جائیگا کہ تم تو منکر تھے لیکن تم نے دیکھ لیا کہ جسطرح اول بار ہم نے تم کو پیدا کیا تھا اسی طرح آج بھی زندہ ہو کر ہمارے روبرو آ ہی گئے تم تو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم دوبارہ پیدا کرنے کیلئے کوئی وقت موعود لائینگے ہی نہیں یعنی قیامت آئیگی ہی نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ انکی تنبیہ کو فرمائیگا اور جیسا بنایا تھا پہلی بار یہ بھی ہے کہ بدن میں کچھ زخم و نقصان نہ رہیگا ختنہ بھی نہ رہے گا ۱۲ (۴۸) ❊

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ

اور نامہ عمل رکھ دیا جائیگا تو اسوقت آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ جو اس نامہ عمل میں لکھا ہوگا

مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ

اس سے ڈر رہے ہونگے اور یوں کہتے ہونگے ہائے ہماری کمبختی اس نامہ عمل کی کیسی عجیب حالت ہے

لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ

کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ کوئی بڑا گناہ چھوڑا مگر یہ کہ اس نے سب گناہوں کو گھیر رکھا ہے اور

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

جو کچھ انہوں نے کیا تھا ان سب اعمال کو موجود پائیں گے اور آپکا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا

ع ۵ ۱۸

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہمنے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

سب نے سجدہ کیا وہ ابلیس جنات کی قسم میں سے تھا سو وہ اپنے رب کے حکم کو بجا لانے سے

رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ

نکل بھاگا تو کیا پھر بھی تم ایسے نافرمان کو اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں ظالموں کیلئے یہ خدا کی بجائے شیطان کی دوستی بہت برا بدل ہے

اور نامۂ عمل رکھدیا جائیگا تو اُسوقت آپ مجرموں کو دیکھینگے کہ جو اُس نامۂ عمل میں لکھا ہوگا اُسکے انجام اور اُسکی سزا سے ڈر رہے ہونگے اور یوں کہتے ہونگے ہائے ہماری مصیبت اور بدقسمتی اس کتاب کو کیا ہوگیا ہے اور اسکی کیسی عجیب حالت ہے کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ کوئی بڑا گناہ چھوڑا مگر یہ کہ سب اُنکو شمار کر رکھا ہے اور اُن سب کو گھیر رکھا ہے اور جو کچھ دنیا میں اُنہوں نے کیا تھا اُن سب اعمال کو موجود پائینگے اور آپکا پروردگار کسی پر ظلم نہ کریگا ※۔ یعنی نامۂ اعمال ہر شخص کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں کھلا ہوا دیدیا جائے گا اور اُسکو دیکھکر گنہگار افسوس اور تعجب کا اظہار کرینگے کہ کیسا نامۂ عمل ہے کہ کوئی اسی چھوٹی بڑی چیز نہیں ہے جو اسمیں نہ ہو اور جو اعمال کئے تھے وہ سب اس نامۂ عمل میں موجود پائینگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں رب جو کرے سو ظلم نہیں سب اُسی کا مال ہے پر ظاہر میں جو ظلم نظر آوے وہ بھی نہیں کرتا بے گناہ کو دوزخ میں نہیں ڈالتا اور نیکی ضائع نہیں کرتا اور جو کوئی کہے گناہ میں ہمارا کیا اختیار ہے سو بات نہیں اپنے دل سے پوچھ لے جب گناہ پر دوڑتا ہے اپنے قصد سے دوڑتا ہے اور جو کوئی کہے قصد بھی اُسی نے دیا سو قصد دونوں طرف لگ سکتا ہے اور جو کہے اُسی نے ایک طرف لگادیا سو بندے کی دریافت سے باہر ہے بندے سے معاملہ تو ہے اُسکی سمجھ پر تبھی پکڑے گا اُسی کو جو اُس سے بدی کرے یہ نہ کہیگا کہ اُسکا کیا قصور اللہ نے کردیا ۱۲ (۴۹)

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہمنے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ کرو پس سب نے آدمؑ کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا وہ ابلیس جنات کی قسم میں سے تھا سو اُس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی اور نافرمانی کا مرتکب ہوا تو کیا تم مجھے چھوڑکر اسکے اقران کو اور اُسکی اولاد و اتباع کو اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ شیطان اور اسکی اولاد سب تمہارے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑکر شیطان کی دوستی ظالموں کیلئے بہت برا بدل ہے ※ یعنی شیطان میں آگ اور عناصر کے مقابلہ میں زیادہ تھی اسی وجہ سے اُسکو جنات میں سے فرمایا اور تکبر و انانیت کے باعث اس نے آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا جیسا کہ پہلے پارے میں تفصیل گذر چکی ہے اسپر تعجب ہے کہ آدمؑ کی اولاد پھر بھی شیطان اور اسکی اولاد و اتباع کو اپنا دوست اور مددگار سمجھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ رکھا ہے اور دشمن کو دوست بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ جیسے محسن کو چھوڑکر شیطان جیسے کھلے دشمن کو دوست بنانا بہت برا بدل ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ کے بدلے شیطانوں کو پکڑتے ہیں اور جتنے بت پوجے جاتے ہیں اُسی کی اولاد ہیں ۱۲ یعنی جن چیزوں سے شیطان کو تقویت پہنچے اور اُسکی تحریکات کامیاب ہوں وہ سب ابلیس کی اولاد ہیں (۵۰) ۱۰

ع ۵ ۱۸

مَآ أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ

میں نے نہ تو آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت ان شیاطین کو

الْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا كُنتُ

بلایا اور نہ خود ان شیاطین کو پیدا کرتے وقت انہیں بلایا اور میں ایسا نہ تھا

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَيَوْمَ

کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بناتا ۔ اور اس دن کو یاد کرو کہ خدا تعالے

يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

کہے گا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ کافر

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَ

ان کو پکاریں گے مگر وہ شریک ان کافروں کو کوئی جواب ہی نہ دیں گے اور

جَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَءَا الْمُجْرِمُونَ

ہم ان کافروں اور ان شرکاء کے مابین ایک ہلاکت کا حائل کر دیں گے ۔ اور گناہگار

النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا

دوزخ کی آگ کو دیکھیں گے تو اس وقت اس امر کا یقین کر لیں گے کہ وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں

وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ ع

اور وہ مجرم اس آگ سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے

ہم نے اُن شیاطین کو نہ تو آسمان وزمین کو پیدا کرتے وقت بلایا اور نہ خود ان کو
پیدا کرتے وقت ہی اُن کو بلایا اور ہم ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو اور
مددگار بناتا ✻ بلاتا ہوتا ہے مدد کے لئے یا مشورے کے لئے، اللہ تعالیٰ نہ کسی کی مدد
کا محتاج ہے اور نہ کسی کے مشورے کا۔ آسمان وزمین کی ایجاد کے وقت نہ کسی کے
بلانے کی ضرورت محسوس ہوئی نہ خود ان کے پیدا کرتے وقت ان شرکا سے مشاورت
کی ضرورت پڑی اور یہ کچھ ایسا گیا گزرا تو نہ تھا کہ بلا ضرورت واحتیاج کسی کو مددگار
بناتا اور خاص کر ان شیاطین اور گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست وبازو بنانا میری شان
سے بالکل بعید تھا (۵۱) اور اُس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں
سے فرمائے گا جن کو میرا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو آج اپنی حمایت کے لئے پکارو
پس وہ مشرک اُن کو پکاریں گے سو وہ شریک ان مشرکوں کو کوئی جواب ہی نہیں
دیں گے اور ہم ان کافروں کے اور ان شرکا کے درمیان ایک مہلک آڑ حائل کر دینگے ✻
یعنی قیامت میں ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اہل شرک کو حکم دے گا کہ جن کو تم نے میرا شریک
سمجھ رکھا تھا اُن کو پکارو تاکہ آج وہ کچھ تمہاری مدد کریں اور تم کو عذاب سے بچائیں۔
یہ اُن کو پکاریں گے مگر وہ اپنی پریشانی میں مبتلا ہوں گے ان کو جواب ہی کیا دیتے
پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مہلک اور خطرناک آڑ حائل کر دیں گے تاکہ اُن کی امداد سے بالکل
مایوس ہو جائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی خندق ہے آگ سے بھری ۱۲ (۵۲)
اور گناہ گار جہنم کی آگ کو دیکھیں گے تو اُس وقت اس امر کا یقین کریں گے کہ وہ
مجرم اس آگ میں گرنے والے ہیں اور وہ اس آگ سے بچنے اور پلٹ آنے کی کوئی
راہ نہ پائیں گے ✻ یعنی جب مشاہدہ ہو جائے گا تو یقین آجائے گا لیکن اُس
وقت یقین بے کار ہوگا (۵۳) ✻

ع ۱۹

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے

مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ

بیان کئے ہیں اور انسان سب سے بڑھکر جھگڑالو واقع ہوا ہے ۰ اور جس وقت لوگوں کے پاس ہدایت

النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا

پہنچی تو ان کو ایمان لانے اور اپنے رب سے بخشش طلب کرنے سے

رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

بجز اس انتظار کے اور کوئی مانع نہیں رہا کہ انکو بھی گزشتہ لوگوں کا سا معاملہ پیش آئے

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ

یا عذاب آخرت ان کے روبرو آموجود ہو ۰ اور ہم رسولوں کو

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَ

تو صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں اور

يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

کافر لوگ لغو شبہات پیدا کرنے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس جھگڑے کے ذریعہ سے

بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

حق کو اسکی جگہ سے ہٹادیں اور ان کافروں نے میری آیتوں کو اور اس عذاب کو جس سے انکو ڈرایا جاتا ہے ایک

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر قسم کے عمدہ مضامین نئے نئے پیرایہ سے بیان کئے ہیں اور انسان سب جھگڑنے والوں سے زیادہ جھگڑنے والا واقع ہوا ہے ٭ یعنی اور مخلوق بھی جھگڑا کرتی ہے لیکن منکر انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے (۵۴) اور لوگوں کے پاس جسوقت ہدایت آ چکی تو ہدایت آ جانے کے بعد اُنکو ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے استغفار کرنے اور بخشش طلب کرنے سے کوئی امر مانع نہیں رہا سوائے اس انتظار کے کہ ان لوگوں کو بھی گذشتہ لوگوں کی طرح کا معاملہ پیش آئے یا یہ کہ عذاب آخرت اُن کے روبرو آموجود ہو اور عذاب اُنکے سامنے آجائے ٭ یعنی ہدایت کا مقتضا یہ تھا کہ ہدایت آنیکے بعد ایمان لے آتے لیکن ہدایت آجانیکے بعد جو ایمان نہیں لاتے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو پہلی قوموں کے ساتھ جو معاملہ ہلاکت وغیرہ کا ہوا وہ ان کے ساتھ بھی ہو۔ اُس عذاب استیصال کا انتظار کررہے ہیں یا شاید اس کا انتظار کررہے ہیں کہ عذاب الٰہی انکے سامنے آکھڑا ہو حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہو ویں یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں ٭ خلاصہ یہ کہ ہدایت کے آجانے کے بعد ایمان لانے سے کوئی امر مانع تو رہا نہیں بجز اسکے کہ پہلی نافرمان قوموں کی طرح عذاب میں مبتلا کردیے جائیں یا قیامت کے عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیں جب شاید مانیں تو مانیں تو گویا ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات کے وقوع کا انتظار ہے (۵۵) اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجا کرتے مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں اور کافر لوگ لغو اور ناحق کی باتیں اور رکیک شبہات پیدا کرکے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس جھگڑے کی وجہ سے حق کو اُسکی جگہ سے ہٹا دیں اور پھسلا دیں اور ان کافروں نے میری آیتوں اور اُس عذاب کو جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے ایک مذاق اور دل لگی بنا رکھا ہے ٭ یعنی رسولوں کا عذاب کے آنے اور نہ آنے سے کوئی تعلق نہیں۔ اُن کا کام تو صرف بشارت اور انذار ہے یعنی اور جھوٹی باتیں نکال کر جھگڑا کرتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹے جھگڑوں سے حق کو ڈگمگا دیں اور حق کی آواز کو پست کردیں تو ایسا ہونے والا نہیں اور کلام الٰہی اور عذاب الٰہی کا مذاق اُڑانے کا انہوں نے شیوہ اختیار کر رکھا ہے (۵۶) +

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَ

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے کہ جسکو اسکے رب کی آیتوں کیساتھ نصیحت کی گئی پھر اس نے ان آیتوں سے منہ پھیر لیا

نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

جو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان کو فراموش کر دیا یقیناً ہم نے ان کے دلوں پر پردے

أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِنْ

ڈال دیئے ہیں تاکہ اس کلام کو سمجھ نہ سکیں اور ہم نے انکے کانوں میں ثقل پیدا کر دیا ہے اور اگر آپ

تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٥٧﴾

ان کو راہ راست کی طرف بلائیں تو وہ ایسی حالت میں ہرگز کبھی راہ پر نہ آئیں گے ۰

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

اور آپ کا رب بڑا بخشنے والا ہے مہربانی اسکا شیوہ ہے اگر خدا لوگوں کو ان کے کئے پر

كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ

پکڑتا تو ان پر فوراً ہی عذاب بھیج دیتا مگر ان کے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے

لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ

اس وقت یہ لوگ عذاب سے ورے کوئی جگہ پناہ کی نہ پائیں گے ۰ اور یہ ہیں وہ سب بستیاں

أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا ﴿٥٩﴾ ع

کہ جب انکے باشندوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان بستیوں کو تباہ کر دیا اور انکے بھی ہلاک ہونے کا ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا تھا

ع ۸ ۲۰

اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم اور بے انصاف ہو سکتا ہے جس کو اس کے پروردگار
کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی گئی پھر اس نے اُن آیتوں سے اعراض کیا اور منہ پھیر لیا اور جو اُسکے ہاتھ گناہ
سمیٹ سمیٹ کر آگے بھیج رہے ہیں اُنکو اور اُنکی جزا کو فراموش کر رکھا ہو یقیناً ہمنے اس کلام کو سمجھنے
سے انکے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں اور اُنکے کانوں میں ثقل پیدا کر دیا ہے اور اگر آپ انکو صحیح راہ
کی طرف بلائیں بھی تو ایسی حالت میں ہرگز راہ راست پر نہ آئینگے ٭ یعنی انکے عناد اور انکی
سرکشی کے باعث ان کے دلوں پر پردے اور انکے کانوں میں ثقل پیدا کر دیا گیا ہے نہ سمجھتے ہیں
نہ سنتے ہیں اور انکے ہاتھ جو کچھ کما رہے ہیں اُسکے انجام کو بھول چکے ہیں تو ان کے راہ راست
پر آنے کی کیا اُمید اور ایسے لوگوں سے بڑھ کر اور ظالم بھی کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے
کلام کا اور عذاب کا تمسخر کریں اور مذاق اڑائیں (۵۷) اور عذاب میں تاخیر ہونے کی وجہ
سے یہ سمجھتے ہوں کہ عذاب آئیگا ہی نہیں تو یہ غلط ہے بلکہ تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اے
پیغمبر آپ کا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے اور رحمت و مہربانی اسکا شیوہ ہے۔ اگر
اللہ تعالیٰ اُنکے اعمال پر دار و گیر کرتا اور اُن کے کیے پکڑتا تو فوراً ہی عذاب بھیج دیتا اور
عذاب نازل کرنے میں جلدی اور تعجیل سے کام لیتا مگر انکے عذاب کیلئے ایک معین وقت
ٹھیرا رکھا ہے اور عذاب کا ایک وقت موعود ہے اُس وقت یہ عذاب سے ورے اور عذاب سے پہلے کوئی سرک
جانے کی جگہ نہ پائینگے ٭ یعنی تاخیر کی وجہ محض شفقت اور اُسکا غفور ہونا ہے اسکا یہ طریقہ
نہیں کہ گناہگاروں کی گرفت میں عجلت سے کام لے ہر مجرم کیلئے ایک وقت مقرر ہے اسی طرح کفار مکہ کی
تعذیب کا ایک وقت موعود ہے اور جب وہ وقت آئیگا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے یا سوائے عذاب کے کوئی اور
جگہ بچ جانے اور سرک جانے کو نہ پائینگے (۵۸) اور یہ ہیں وہ بستیاں کہ جب انکے رہنے والوں نے
شرارت اور ظلم کا شیوہ اختیار کیا تو ہمنے ان بستیوں کو ہلاک برباد کر دیا اور اُنکے بھی ہلاک ہونیکا ایک
وقت ہمنے مقرر اور معین کر دیا تھا ٭ مراد کعبہ کے آس پاس کی بستیاں عاد و ثمود وغیرہ وہاں بھی
یہی قاعدہ برتا گیا کہ وہ لوگ پیغمبروں سے عذاب کا مطالبہ کرتے رہے لیکن عذاب کا جو وقت مقرر
ہو چکا تھا اُس سے پہلے عذاب نہیں آیا اور تاخیر ہونیکی وجہ سے عذاب اُنپر سے ٹلا نہیں اسی طرح کفار عرب
بھی عذاب کی تاخیر سے یہ قیاس نہ کریں کہ عذاب نہیں آئے گا (۵۹) ٭

ع ۲

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ

اور وہ وقت یاد کرو جبکہ موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا

لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ

کہ میں اس وقت تک باز نہ آؤں گا جب تک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ

الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾

نہ پہنچ جاؤں یا میں یوں ہی سالہاسال تک چلتا رہوں گا ۰

اوپر کی آیتوں میں کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب تھا کہ ہم غربا کے ساتھ بیٹھکر قرآن سننے کو تیار نہیں ہیں اور چونکہ اس اعتراض کا منشا دولت پر غرور اور تکبر تھا اسکی مناسبت سے دو بھائیوں کا ذکر فرمایا جسمیں ایک کو اپنے باغوں پر اور اپنے حمایتیوں پر گھمنڈ تھا پھر اسکے آگے ابلیس کی انانیت اور غرور و تکبر کا ذکر فرمایا اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جسمیں اسی قسم کی ایک بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکل گئی۔ بات بظاہر صحیح تھی لیکن اسکا اظہار حضرت حق جل مجدہ کو پسند نہیں آیا وہ بات کہ ایکدن حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے مجمع میں تقریر فرمار ہے تھے مجمع میں سے ایک شخص نے سوال کیا اے موسیٰؑ کیا زمین پر آپ اپنے سے کسی کو زیادہ عالم پاتے ہیں۔ آپنے جواب دیا نہیں۔ یہ بات اگرچہ صحیح تھی کیونکہ ایک اولوالعزم پیغمبر سے کون شخص علم میں بڑھکر ہو سکتا ہے مگر حضرت حق کو یہ الفاظ پسند نہ آئے۔ شاید پسندیدہ یہ ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتے اور یوں فرماتے کہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے مقرب اور مقبول بندے ہیں اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ کسکا علم زیادہ ہے وہی خوب جانتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ جہاں دو دریا ملتے ہیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اسپر حضرت موسیٰؑ کو اس بندے سے ملاقات کا شوق ہوا اور انہوں نے اپنے خادم خاص کو ہمراہ لیکر سفر اختیار کیا یہ خادم خاص حضرت یوشع علیہ السلام تھے جو بعد میں نبی اور حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ہوئے اسی واقعہ کو یہاں ذکر کیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اور وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں اسوقت تک اپنے سفر سے باز نہ آؤنگا اور برابر چلتا رہونگا جبتک کہ میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا میں یونہی سالہا سال تک اور مدت دراز تک چلتا رہونگا ✻ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اوپر ذکر ہوا تھا کہ کافر اپنی دنیا پر مغرور مفلس مسلمانوں کو ذلیل سمجھ کر حضرتؐ سے چاہتے تھے کہ انکو اپنے پاس سے اٹھا دو تو ہم بیٹھیں۔ اسی پر دو بھائیوں کی کہاوت بیان کی اور ابلیس کا خراب ہونا اپنے غرور سے۔ اب قصہ فرمایا موسیٰؑ اور خضرؑ کا کہ اللہ کے لوگ بہتر ہوں تو آپکو کسی سے بہتر نہیں کہتے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں نصیحت فرماتے تھے ایک شخص نے پوچھا کیا موسیٰؑ تم سے بھی زیادہ کسی کو علم ہے کہا مجھکو معلوم نہیں یہ بات تحقیق تھی پر اللہ کی خوشی تھی کہ یوں کہتے کہ مجھ سے زیادہ اللہ کے بہت ہیں سب کی خبر اسی کو ہے تب وحی آئی کہ ایک بندہ ہمارا ہے دو دریا کے ملاپ پاس اسکو علم زیادہ ہے تجھ سے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی مجھکو اسکی ملاقات میسر ہو حکم ہوا کہ ایک مچھلی تل کر ساتھ لو جہاں مچھلی گم ہو وہاں وہ ملے یہ بیان فرمایا یوشع کو حضرت موسیٰؑ کے خادم خاص تھے پیچھے انکے رہبر و پیغمبر ہوئے اور انکے بعد خلیفہ

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا

پھر جب وہ دونوں ان دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی وہاں

حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾

بھول گئے اور اس مچھلی نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنا لیا ۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا

پھر جب وہ آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا ہمارا کھانا ہمارے پاس لا

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

ہم نے تو اپنے اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی ۔

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ

خادم نے جواب دیا آپ نے ملاحظہ بھی کیا جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں وہاں

فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ

مچھلی رکھکر بھول گیا اور مجھکو یہ بات کہ میں آپ سے اس کا ذکر کرتا

إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ

صرف شیطان ہی نے بھلائی اور اس مچھلی نے کچھ

سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾

عجیب طور پر دریا میں اپنا راستہ کر لیا ۔

پھر جب پہنچے وہ دونوں یعنی حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی وہاں بھول گئے اور اُس مچھلی نے زندہ ہوکر دریا میں اپنا راستہ لیا اور سرنگ بناتی ہوئی چلی گئی۔ ٭ یعنی مجمع البحرین تک پہنچ کر حضرت موسیٰؑ ایک پتھر پر سر رکھکر سو گئے۔ حضرت یوشعؑ وضو کرنے لگے انہوں نے دیکھا کہ وہ مچھلی جس کے وہ محافظ تھے اور اُس کی حفاظت کو معمولی بات سمجھے تھے وہ زندہ ہوکر پانی کو پھاڑتی ہوئی دریا میں گھس گئی اور اُس کے جانے سے پانی میں ایک طاق سا بن گیا خواہ وہ مچھلی کے جانے کا راستہ کھلا رہ گیا ہو یا پل گیا ہو۔ حضرت یوشعؑ کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے خیال کیا کہ حضرت موسیٰؑ جب بیدار ہوں گے تو میں ان سے عرض کر دوں گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰؑ سو رہے اور یوشعؑ دریا سے وضو کرنے لگے وہ تلی مچھلی زندہ ہوکر دریا میں نکل پڑی اور پانی میں بیٹھ گئی۔ وہاں طاق سا کھلا رہ گیا۔ اُن کو دیکھ کر تعجب آیا چاہا کہ جب موسیٰؑ جاگیں تب اُن سے کہوں۔ وے جاگے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے کہنا بھول گئے ۱۲ (۶۱) پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے اور دور چلے گئے تو حضرت موسیٰؑ نے اپنے خادم سے فرمایا ہمارے چاشت کا کھانا اور ناشتہ ہمارے پاس لے آ۔ بلا شبہ ہم نے تو اپنے اس سفر میں بڑی مشقت اور تکلیف اُٹھائی۔ یعنی جب دور نکل گئے تو حضرت موسیٰؑ کو بھوک معلوم ہوئی اور مشقت و تھکن بھی زیادہ محسوس ہوئی تب خادم سے ناشتہ طلب کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت موسیٰؑ پہلے نہیں تھکے جب مطلوب چھوٹ رہا اُس چلنے سے تھکے ۱۲ خلاصہ یہ کہ مجمع البحرین پر سونے کے بعد اُٹھے تو بھوک نہ تھی جو کھانا مانگتے مچھلی کا کوئی ذکر نہیں آیا خادم کو بھی مچھلی کا واقعہ یاد نہیں آیا (۶۲) خادم نے کہا آپ نے ملاحظہ بھی کیا جب ہم اُس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں وہاں مچھلی رکھکر بھول گیا اور مجھکو یہ بات کہ میں آپ سے اسکا ذکر کرتا اور اُس کے واقعہ کو بیان کرتا سوائے شیطان کے اور کسی نے نہیں بھلایا اور اس مچھلی نے زندہ ہوکر کچھ عجیب طریقہ سے اپنا راستہ دریا میں کرلیا اور دریا میں داخل ہوگئی ٭ خادم کے تعجب کی وجہ یہ ہوئی کہ اول تو مچھلی کا زندہ ہوجانا پھر تھیلے میں سے نکل کر دریا میں گھس جانا پھر دریا میں گھسنا بھی اس انداز سے کہ سرنگ سی بناتے ہوئے دریا میں چلا جانا اور بطور خرق عادت دریا میں نشان کا بن جانا (۶۳) ٭

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى

موسیٰؑ نے کہا وہی تو جگہ ہے جسکو ہم تلاش کر رہے تھے پھر وہ دونوں اپنے نشان ہائے قدم کو

اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا

ڈھونڈتے ہوئے الٹے پھرے ۔ پس انہوں نے ہمارے

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

بندوں میں اس بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا

ایک خاص رحمت دی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو ایک خاص

عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ

علم سکھایا تھا ۔ موسیٰؑ نے اس سے یعنی خضرؑ سے کہا کہ کیا

اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا

میں تیرے ساتھ اس شرط سے رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور اچھی چیز تجھکو سکھائی گئی ہے

عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ

اس میں سے تو کچھ مجھ کو بھی سکھا دے ۔ خضرؑ نے جواب دیا یقیناً میرے ساتھ رہ کر

تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾

تجھ سے صبر نہ ہو سکے گا ۔

موسیٰؑ نے یہ تمام ماجرا سن کر فرمایا یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے نقش ہائے قدم کو تلاش کرتے اور کھوج لگاتے ہوئے واپس ہوئے٭ یعنی حضرت موسیٰؑ اپنے خادم کو ساتھ لیے ہوئے واپس ہوئے اور راستہ بھول نہ جائیں اسلیے اپنے نقش ہائے قدم کی کھوج لگاتے ہوئے واپس آئے (۶۴) پس انہوں نے وہاں پہنچ کر ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص رحمت عنایت کی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو ایک خاص علم سکھایا تھا (۶۵)٭ یعنی حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی رحمت یعنی نبوت یا ولایت خاص علم یعنی اسرار کونیہ کا علم نہ اسرار الٰہیہ کا علم جو موسیٰؑ کے لیے خاص تھا اور وہ قرب الٰہی حاصل کرنے کا صحیح ذریعہ اور موجب تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ بندہ خضرؑ تھا مل کر سبب پوچھا آنے کا۔ موسیٰؑ نے بتایا خضرؑ نے کہا تم کو اللہ نے تربیت فرمائی یہ بات یوں ہے کہ اللہ کا ایک علم مجھکو ہے تم کو نہیں اور ایک تم کو ہے مجھکو نہیں ایک چڑیا دکھا دی دریا میں سے پانی پیتے۔ کہا سارا علم سب خلق کا اللہ کے علم میں سے اتنا ہے جتنا دریا میں سے چڑیا کے منہ میں ۱۲ حضرت خضرؑ کے ولی یا نبی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ علماء عام طور سے اُن کے نبی ہونے کے قائل ہیں۔ چڑیا دکھائی سمجھانے کو ورنہ مخلوق کے علم کو خالق کے علم کے ساتھ اتنی بھی نسبت نہیں جتنی چڑیا کی چونچ کے پانی کو سمندر سے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور راہ یابی اور بھلی چیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے سکھائی گئی ہے اُس میں سے کچھ مجھ کو بھی آپ سکھا دیں٭ یعنی میں آپ کی خدمت میں رہوں مگر اس شرط پر کہ آپ کو جو علم بدون کسب و اکتساب کے محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجھے بھی سکھا دیں (۶۶) حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ یقیناً تو میرے ساتھ رہ کر صبر و ضبط نہ کر سکے گا (۶۷)۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

اور ان امور پر تو صبر کر بھی کس طرح سکتا ہے جو تیرے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں۔

قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا

موسیٰؑ نے کہا انشاءاللہ تو مجھ کو ضبط کرنے والا پائے گا

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَإِنِ

اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔ خضرؑ نے کہا اچھا اگر تو

اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ

میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو مجھ سے اس وقت تک کسی چیز کے متعلق سوال نہ کیجیو جب تک

أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا

میں خود تجھ سے اسکی بابت کہنا ذکر شروع نہ کروں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں

ع ۱۱

رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا

ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر سوراخ کر دیا موسیٰؑ نے کہا کیا تم نے کشتی میں اس لئے سوراخ کیا

لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ

کہ کشتی والوں کو غرق کر دے بے شک تو نے عجیب انوکھی بات کی۔ خضرؑ نے کہا

أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾

کیا میں نے تجھ سے کہا نہیں تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔

اور موسیٰؑ تو اس پر صبر بھی کس طرح کر سکتا ہے جو تیرے احاطۂ واقفیت سے باہر ہے اور تیری سمجھ اُس پر قابو نہیں پا سکتی ٭ حضرت خضرؑ نے اندازہ لگا لیا کہ حضرت موسیٰؑ صاحبِ شریعت اور اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ یہ ہر بات پر اپنی نقطۂ نگاہ سے غور کرینگے ان کے نزدیک وہ شریعت کے خلاف ہوگی تو اس پر اعتراض کرینگے تو ان سے نباہ مشکل ہوگا۔ اسرار کونیہ میں تو اشارہ پاتے ہی کام کر دینا ہے ان سے بحث کون کریگا۔ اسرار کونیہ کسی جزئی بات کا علم ہے عام قانون اور قاعدے سے مستثنا اور علم شریعت کلیات کا علم جہاں ہر بات کی رعایت اور ہر بات کا ضابطہ یہ گھبرا کر اعتراض کرینگے پھر آخر تفریق اور جدائی ہو جائے گی (۶۸) حضرت موسیٰؑ نے فرمایا انشاءاللہ آپ مجھ کو صابر اور ضابط یعنی ضابطہ کا آدمی پائیں گے اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی اور نافرمانی نہ کروں گا ٭ حضرت موسیٰؑ نے انشاءاللہ کہہ کر وعدہ کیا اگرچہ حضرت موسیٰؑ کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ کوئی بات ایسی کرینگے جو کبھی بھی شریعت موسوی کے خلاف ہوگی (۶۹) حضرت خضرؑ نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ رہیں تو اُس وقت تک آپ مجھ سے کوئی سوال اور روک ٹوک نہ کریں جب تک میں خود آپ سے اُس کا ذکر شروع نہ کروں ٭ یعنی اگر کوئی بات بظاہر ناحق نظر آئے تو آپ اس وقت تک مجھ سے کوئی سوال یا کسی قسم کی بازپرس نہ کریں جب تک میں خود ہی آپ سے اُس کا ذکر نہ کروں (۷۰) بہر حال اس گفتگو کے بعد دونوں روانہ ہوئے اور چل پڑے یہاں تک کہ یہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضرؑ نے اُترتے وقت کشتی کا ایک تختہ توڑ کر کشتی کو پھاڑ دیا اور کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کیا آپ نے کشتی کو اس لئے پھاڑ دیا کہ آپ کشتی کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں اور اس کا انجام یہ ہو کہ کشتی پر سوار ہونے والے ڈوب جائیں بے شک یہ آپ نے انوکھی اور بھاری بات کی (۷۱) حضرت خضرؑ نے فرمایا میں نے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر و ضبط نہ کر سکیں گے (۷۲)۵

ع ۹
۱۱
۲۱

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا

موسیٰؑ نے کہا کہ جو میں بھول گیا اس پر تو مجھ سے مواخذہ نہ کر اور میرے

تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا (۷۳) فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ

اس کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈال ۔ پھر دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ

إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا

جب وہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو خضرؑ نے اس لڑکے کو قتل کر دیا موسیٰؑ نے کہا کیا تو نے بغیر کسی جان کے

زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا

بدلے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا بے شک تو نے بڑی ہی ان ہوئی اور

نُكْرًا (۷۴) قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ

بےجا بات کی ۔ خضرؑ نے کہا میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ

تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا (۷۵) قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ

تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا ۔ موسیٰؑ نے کہا اگر میں اس واقعہ کے بعد

عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ

تجھ سے کچھ پوچھوں تو تو مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیو بے شک

بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا (۷۶)

تو نے میری طرف سے عذر قبول کرنے میں انتہا کر دی

الربع ۱۶

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میری بھول چوک پر اور جو میں بھول گیا اُس پر مجھ سے مواخذہ اور میری گرفت نہ کیجئے اور میرے اس کام میں مجھ پہ سختی اور دشواری نہ ڈالئے ✻ یعنی جب کشتی سے اُترے تو اس میں سوراخ کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ بول پڑے کہ اس میں کشتی والوں کا ضرر تو ظاہر ہی ہے اور ڈوب جانے کا بھی خطرہ ہے تو یہ واقعی بڑی بھاری بات کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب اُس ناؤ پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضرؑ کو پہچان کر مفت چڑھا لیا۔ اس احسان کے بدلے یہ نقصان اور تعجب لگا لیکن کنارے کے قریب جا کر توڑا، لوگ نہ ڈوبے۔ توڑنا یہ کہ ایک تختہ نکال ڈالا ۱۲ پھر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰؑ سے بھول کر ہوا اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت کو ۱۲ (۷۳) پھر دونوں بزرگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب اُن دونوں نے ایک کم سن اور نابالغ لڑکے سے ملاقات کی تو حضرت خضرؑ نے اُس لڑکے کو مار ڈالا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کیا آپ نے ایک پاکیزہ اور بے گناہ جان کو قتل کر دیا اور وہ بھی بغیر کسی جان کے بدلے قتل کیا۔ بلا شبہ یہ تو آپ نے بڑی انہونی اور بے جا حرکت کی ✻ یعنی اُس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا جو قصاص کے طور پر قتل کرتے اس سے بڑھ کر اور کیا بے جا اور انہونی حرکت ہو سکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ستھری یعنی بے گناہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اُس پر کچھ گناہ نہیں ایک گاؤں پاس لڑکے کھیلتے تھے ایک لڑکے کو مار ڈالا اور چل کھڑے ہوئے ۱۲ (۷۴) حضرت خضرؑ نے فرمایا میں نے آپ سے نہ کہا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ (۷۵) اگر میں اس واقعہ کے بعد آپ سے کچھ پوچھوں اور آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیں بے شک آپ نے میری طرف سے عذر قبول کرنے میں انتہا کر دی اور میری طرف سے آپ نے الزام اُتار دیا یعنی آپ نے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ آپ پر کوئی الزام رکھا جا سکے (۷۶)

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ࣙاسْتَطْعَمَآ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر پہنچے تو گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا

مگر ان گاؤں والوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا لیکن ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک

جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ

دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی یہ دیکھ کر خضر نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا اس پر موسیٰ نے کہا کہ اگر

شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ

تو چاہتا تو اس دیوار کی درستی پر ان گاؤں والوں سے کچھ مزدوری ہی لے لیتا۔ خضر نے کہا بس اب تو میرے اور تیرے

بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ

مابین علیحدگی ہوتی ہے۔ میں تجھ کو ان چیزوں کی صحیح حقیقت سے آگاہ کئے دیتا ہوں

تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ

جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ بہرحال وہ جو کشتی تھی وہ

لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ

چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں اس سے محنت مزدوری کرتے تھے میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کشتی میں عیب پیدا کر دوں

كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾

کیونکہ ان کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو بے عیب کشتی کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا۔

پھر یہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر پہنچے تو بستی والوں سے کھانا طلب کیا مگر اُن گاؤں والوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی اور کھانا مہیا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو اسقدر جھک گئی تھی کہ گرا ہی چاہتی تھی۔ یہ دیکھکر حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے پھر فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کی درستی پر ان گاؤں والوں سے کچھ مزدوری لے لیتے ؀ یعنی آپ نے ایسے لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جو اپنے بخل کی وجہ سے اس سلوک کے مستحق نہ تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنے گاؤں کے لوگوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں اُن کی دیوار مفت بنانی کیا ضرور ۱۲ (۷۷) حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ یہ وقت میری اور آپ کی علیحدگی اور میرے اور آپ کے مابین جدائی کا ہے۔ میں آپ کو ان چیزوں کی صحیح حقیقت سے آگاہ کئے دیتا ہوں اور بتائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ؀ یعنی آپ کی شرط کے مطابق اس سوال کے بعد جدائی اور علیحدگی ہے۔ ہاں میں آپ کو ان تمام باتوں کی حقیقت اور تاویل بتائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اب کی بار موسیٰؑ نے جان کر پوچھا رخصت ہونے کو۔ سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا وہ علم تھا جس میں خلق پیروی کرے تو ان کا بھلا ہو۔ حضرت خضرؑ کا علم وہ کہ دوسرے کو اس کی پیروی بن نہ آوے ۱۲ (۷۸)۔ بہر حال وہ جو کشتی تھی وہ چند غریب اور مساکین لوگوں کی تھی۔ یہ مساکین دریا میں اُس کشتی سے محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ میں نے یہ چاہا اور ارادہ کیا کہ اس کشتی میں کوئی عیب پیدا کر دوں۔ کیونکہ اُن کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو بے عیب کشتی غصب کرتا تھا اور زبردستی چھین لیا کرتا تھا ؀ یعنی کشتی تھی مساکین کی اگر ظاہری طور پر ٹھیک رہتی تو بادشاہ ظالم چھین لیتا۔ میرے عیب پیدا کر دینے سے اس غاصب کے غصب سے اُن کی کشتی محفوظ رہ گئی (۷۹) ؀

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ

اور رہا وہ لڑکا تو اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ماں باپ دونوں

مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا

ایمان والے تھے سو ہم اس بات سے ڈرے کہ کہیں یہ ان ماں باپ پر سرکشی

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ

اور کفر کا اثر نہ ڈال دے۔ لہٰذا ہم نے یہ چاہا کہ

يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ

ان دونوں کا رب ان کو اس لڑکے کی بجائے کوئی ایسی اولاد دیدے جو پاکیزگی میں

زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

اس مقتول لڑکے سے بہتر اور رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔

اور رہا وہ لڑکا تو اس کا حال یہ تھا کہ اس کے ماں باپ دونوں صاحب ایمان تھے پس ہم اس بات سے ڈرے کہ کہیں یہ ماں باپ پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے ۔ یعنی ماں باپ ہیں مومن اور اس لڑکے سے ان کو محبت بہت ہے ۔ یہ بڑا ہو کر کافر ہوگا کہیں ایسا نہ ہو کہ جوان ہو کر ماں باپ کو مجبور کرے ۔ چونکہ یہ بات تحقیق تھی اس لئے حضرت خضرؑ کو ڈر ہوا ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اگر وہ بڑا ہوتا تو موذی اور بیدراہ ہوتا تو اس کے ماں باپ اس کے ساتھ خراب ہوتے ۔ بعضے آدمی کی بنیاد بری پڑتی ہے اور بعضے کی بھلی ۔ جیسے لکڑی کھیرا کوئی میٹھا پڑا کوئی کڑوا ۔ اسی طرح آدمی کی بنیاد بھی اصل بہتر ہے بگڑ کر کوئی پھل کڑوا نکلتا ہے اس کا علم اللہ کو ہے ۔ پیغمبر نے فرمایا ہر آدمی کی بنیاد مسلانی پر ہے یہی معنی سمجھنے چاہئیں ۱۲ (۸۰) لہٰذا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ان دونوں ماں باپ کا پروردگار ان کو اس لڑکے کی بجائے کوئی اور اولاد دیدے جو پاکیزگی میں اس مقتول لڑکے سے بہتر اور محبت و شفقت میں قریب تر ہو ۔ یعنی کوئی ایسی اولاد عطا کر دے جو خصائل رذیلہ اور کفر و بد دینی کی آلائشوں سے پاک ہو اور بنی نوع انسان کی ہمدرد اور شفقت و محبت کرنے والی ہو ۔ یہ دونوں خوبیاں ظاہر ہے کہ مسلمان میں ہی ہو سکتی ہیں یا جس میں یہ خوبیاں ہوں وہ مسلمان ہی ہو سکتا ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اسی ماں باپ کے گھر پیچھے ایک بیٹی پیدا ہوئی ایک نبی سے بیاہی گئی اس سے ایک نبی پیدا ہوئے جس سے ایک امت قائم ہوئی ۱۲ (۸۱) ۞

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ

اور رہی وہ دیوار سو وہ گاؤں کے دو یتیم لڑکوں کی تھی

فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

اور اس دیوار کے نیچے ان لڑکوں کا مال مدفون تھا

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّكَ

اور ان لڑکوں کا مرحوم باپ ایک نیک آدمی تھا پس تیرے رب نے اپنی رحمت سے یہ چاہا

اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

کہ وہ دونوں یتیم اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا

كَنْزَهُمَا ق صلے رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ج وَمَا

خزانہ خود نکال لیں اور ان تمام کاموں میں سے کوئی کام میں نے

فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ط ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ

اپنی رائے سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت

مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ط (۸۲) ع

ان باتوں کی جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا ❖

ع ۱۰ ۱۲ ۱

اور رہی وہ دیوار سو وہ گاؤں کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس قصبے میں رہتے تھے۔

اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ دبا ہوا تھا اور ان دونوں لڑکوں کا باپ جو مر گیا تھا ایک نیک آدمی تھا۔ لہٰذا آپ کے پروردگار نے اپنی مہربانی سے یہ چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں یتیم لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور خود اپنا دبا ہوا مال جو اُن کو ورثہ میں ملا تھا نکال لیں اور یہ تمام کام اور ان تمام کاموں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ جو کچھ کیا وہ حضرت حق کے حکم اور الہام سے کیا ہے۔ یہ اُن تمام باتوں کی صحیح حقیقت تھی جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا اور آپ اُن پر صبر نہیں کر سکے ؀

آخر میں حضرت خضرؑ نے بات صاف کہہ دی کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی جو حکم ہوتا گیا وہ کرتا رہا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضرور ہے اس پر مزدوری نہیں لینی۔ آگے قصہ فرمایا ذوالقرنین بادشاہ کا۔ یہ بھی یہود کے سکھانے سے مکہ کے لوگ پوچھتے تھے پیغمبر کے آزمانے کو جیسے اصحاب کہف کا قصہ ۱۲ خلاصہ یہ کہ جب مکہ کے لوگ قرآنی دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہو جاتے تو اہل کتاب سے مشورہ کرتے کہ تم پڑھے لکھے لوگ ہو کوئی ایسی بات اور کوئی ایسا سوال ہم کو بتاؤ جو ہم اس شخص سے دریافت کریں اور اس کو اس کا جواب بن نہ پڑے اور یہ زچ ہو جائے۔ اور اہل کتاب وقتاً فوقتاً اُن کو بتاتے رہتے۔ چنانچہ اس موقعہ پر انہوں نے تین سوال سکھائے تھے۔ روح۔ اصحاب کہف۔ ذوالقرنین کے حالات چنانچہ دو باتوں کا جواب گزر چکا تیسرے سوال کا یہاں جواب مذکور ہے (۸۲)۔

ع ۱۰ ۱۲ ۱

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ط

اور اے پیغمبر یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ط ﴿۸۳﴾

آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا کچھ واقعہ تم کو پڑھ کر سناتا ہوں ۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ

بے شک ہم نے روئے زمین پر اس کو اقتدار عطا کیا تھا اور

اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ہم نے اس کو ہر قسم کا ضروری

سَبَبًا ﴿۸۴﴾ لا فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾

سامان دیا تھا ۔ چنانچہ وہ ایک راہ پر چل کھڑا ہوا یعنی مغرب کی سمت ۔

اور اے پیغمبر یہ منکرین مکہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اُس کا ذکر ابھی تم کو پڑھکر سناتا ہوں اور اُس کا واقعہ تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہتے ہیں اس واسطے کہ دنیا کے دونوں سروں پر پھر گیا تھا مشرق اور مغرب پر۔ بعضے کہتے ہیں یہ لقب ہے سکندر کا بعضے کہتے ہیں کوئی بادشاہ پہلے گذرا ہے ۱۲ بعض حضرات نے کہا ہے ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات اور معانقہ کیا ہے اور اس کو جب معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ میں ہیں تو یہ سواری پر سوار نہ ہوا اور پیدل چل کر حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو دعا دی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خضرؑ اس کے وزیر تھے۔ اس پر بہت لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ یہ کوئی دین دار بادشاہ تھا جو نبی یا ولی ہو گذرا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ اہل عرب میں سے تھا عرب کے شعراء اس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور اس کا نام بہت ادب و احترام سے لیتے ہیں۔ بہرحال چونکہ تدوین تاریخ سے پہلے کا ہے اس لئے تاریخ میں کوئی اطمینان بخش تفصیل نہیں ملتی واللہ اعلم (۸۳) بلاشبہ ہم نے اُس کو روئے زمین پر اقتدار دیا تھا۔ اور ہم نے اُس کو ملک میں جما یا تھا اور ہم نے اُس کو ہر قسم کا ضروری ساز و سامان دیا تھا (۸۴) لہٰذا وہ ایک سامان کے پیچھے لگا اور وہ ایک راہ پر ہو لیا ۞ یعنی فتوحات کے قصد سے سامان سفر کی تیاری کرنے لگا اور مغرب کی راہ ہو لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی سرانجام کرنے لگا سفر کا ۱۲ (۸۵) ۞

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ

یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کے موقعہ پر پہونچا

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ

تو اس کو آفتاب ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا

وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۥ قُلْنَا

اور وہاں اس نے ایک قوم کو آباد پایا ہم نے کہا

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ

اے ذوالقرنین ان لوگوں کو خواہ تو کوئی سزا دے

وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ

اور خواہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کر۔ ذوالقرنین نے کہا

اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ

ان لوگوں میں سے جو کفر کرے گا اس کو ہم سزا دیں گے

ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ

پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اس کو سخت

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾

ان ہوئی سزا دے گا۔

یہاں تک کہ وہ چلتے چلتے جب غروب آفتاب کے موقعہ پر پہنچا تو اُس نے آفتاب کو ایک سیاہ کیچڑ اور دلدل کے چشمہ اور گدلے اور ندی میں ڈوبتا ہوا پایا اور اُس نے اس چشمہ کے نزدیک ایک قوم کو آباد پایا۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین ان لوگوں کو خواہ تو کوئی سزا دے یا ان کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کر ۸۶۔ یعنی ذوالقرنین چلتے چلتے اور فتوحات کرتے کرتے ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں اُس نے آفتاب کو ایک سیاہ دلدل میں غروب ہوتا ہوا پایا۔ گویا اس کو سمندر کا آخری حصہ ایسا معلوم ہوا جیسے دلدل میں آفتاب غروب ہو رہا ہے حالانکہ آفتاب غروب نہیں ہوتا مگر سمندر میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عام طور سے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معلوم ہوا کرتا ہے لہ اقصائے مغرب میں اس نے ایک قوم کی بستی پائی جس پر اُس نے قبضہ کر لیا۔ وہاں جو قوم آباد تھی وہ کافر اور بُت پرست ہوگی۔ اُس کے متعلق بذریعہ الہام ارشاد ہوا کہ اے ذوالقرنین تجھ کو ان پر حاکمانہ اقتدار حاصل ہے تو ان کے ساتھ چاہے سزا کا رویہ اور چاہے حسن سلوک کا طریقہ اختیار کر یعنی اول اسلام کی دعوت دو پھر نہ مانیں تو سزا دو یا یہ مطلب ہو کہ ان کے ساتھ زیادتی کرو یا منصفانہ برتاؤ کرو۔ کہتے ہیں کہ اس نے پہلے اسلام کی دعوت دی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ذوالقرنین کو شوق ہوا دیکھے دنیا کی بستی کہاں تک بستی ہے۔ سو مغرب کی طرف اُس جگہ پہنچا کہ دلدل تھا۔ نہ گذر آدمی کا نہ کشتی کا۔ اللہ کے ملک کی حد نہ پا سکا اُس کو یہ کہا یعنی دونوں بات کی قدرت دی۔ ہر بادشاہ کو ہر حاکم کو قدرت ملتی ہے چاہے وہ خلق کو ستاوے چاہے اپنی خوبی کا ذکر جاری رکھے ۱۲ (۸۶) ذوالقرنین نے کہا ان لوگوں میں سے جو کفر کا مرتکب رہے گا اور ظلم پر قائم رہے گا تو اُس کو ہم سزا دیں گے پھر وہ قیامت میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اُس کو سخت ان ہوئی سزا دے گا (۸۷)۔

وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور ان لوگوں میں سے جو ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا

فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ

تو اس کو بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم بھی اپنے برتاؤ میں

لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾

اس کے ساتھ آسانی کریں گے ۔ پھر وہ ایک دوسری راہ پر ہو لیا یعنی مشرق کی سمت ۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ

یہاں تک کہ وہ جب طلوع آفتاب کے موقعہ پر پہنچا

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ

تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا کہ ہم نے ان کیلئے آفتاب سے

لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذَٰلِكَ

بچاؤ کی کوئی اوٹ اور پردہ نہیں رکھا تھا ۔ یہ واقعہ اسی طرح ہے

وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اس کا ہم کو پورا پورا علم تھا ۔

اور ان لوگوں میں سے جو ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا تو اُس کو آخرت میں بھی بدلے میں بھلائی ملیگی اور ہم بھی اپنے برتاؤ میں اُس کے ساتھ آسانی کرینگے اور اس کو نرم اور آسان بات کہیں گے ٭ یعنی ہم کسی پر زیادتی نہیں کریں گے بلکہ جو جس سلوک کا مستحق ہوگا اُسکے ساتھ وہی سلوک کرینگے جو ہماری دعوت سے رُوگردانی کریگا وہ سزا کا مستوجب ہوگا یہاں بھی اور وہاں بھی اور جو ہماری دعوت کو قبول کر کے بھلی راہ اختیار کریگا اُسکو وہاں بھلا صلہ اور یہاں بھی نرمی اور آسانی ۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حاکم جو عادل ہو اُسکی یہی راہ ہے بروں کو سزا دے برائی کی اور بھلوں سے نرمی کرے اُس نے یہ بات کہی یعنی یہ چال اختیار کی ۱۲ (۸۸) پھر وہ ایک ساز و سامان کے پیچھے لگا اور ایک دوسری راہ ہو لیا ٭ یعنی ساز و سامان درست کر کے اب کے مشرقی سمت اختیار کی ۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اور سفر کا سرانجام کیا ۱۲ (۸۹) یہاں تک کہ جب وہ چلتے چلتے طلوع آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے پایا کہ ہم نے اُن کے لئے آفتاب سے بچاؤ کی کوئی اوٹ اور کوئی پردہ نہیں رکھا تھا ٭ یعنی اقصائے مشرق میں پہنچا تو وہاں نہائے مشرق میں ایک قوم کو پایا جو برہنہ اور بے خانماں تھی ۔مکان وغیرہ بنانا نہیں جانتی تھی جو سایہ کا کوئی انتظام کرتی ۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شاید وے لوگ جنگلی سے ہونگے کہ گھر کا بنانا اور چھت ڈالنا اُن میں دستور نہ ہوگا ۱۲ (۹۰) یہ واقعہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو ساز و سامان تھا اس کا ہم کو پورا پورا علم تھا اور ہم نے از روئے خبر اس کا احاطہ کر رکھا تھا ٭ یعنی مشرق و مغرب کی جو تفصیل بیان کی گئی یہ اسی طرح ہے ۔ اور ذوالقرنین کی فتوحات اور اُس کے ساز و سامان کا سب کا ہم کو پورا پورا علم تھا ۔ ہو سکتا ہے کہ ذوالقرنین نے جو سلوک اہل مغرب سے کیا تھا وہی اہل مشرق سے کیا ہو اور كَذٰلِكَ سے ادھر ہی اشارہ ہو ۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں تاریخ والے شاید اس جگہ کچھ اور کہتے ہوں گے ۔فی الحقیقت اتنا ہے جو فرما دیا ۱۲ (۹۱) +

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓی

پھر وہ ایک اور راہ پر ہو لیا ۔ یہاں تک کہ

اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ

چلتے چلتے جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا

وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ

تو اس نے ان دونوں پہاڑوں سے ذرا ورے ایک ایسی قوم کو آباد پایا

لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

جو کسی بات کو سمجھنے سے قریب بھی نہ تھی ۔

پھر وہ ایک اور سفر کے ساز و سامان کے پیچھے لگا اور ایک راہ ہو لیا ٭ یعنی پھر مشرق کے سفر سے فارغ ہو کر اور ایک سفر کا ساز و سامان کرنے لگا اور ساز و سامان مہیا کر کے ایک دوسرا سفر اختیار کیا یہ سفر غالباً شمال کی جانب ہوگا جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے لیکن قرآن میں کوئی تصریح اس سفر کے سمت کی نہیں ہے (۹۲) یہاں تک کہ جب وہ چلتے چلتے دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان پہاڑوں سے ورے ایک ایسی قوم کو پایا جو کسی بات کو سمجھنے کے بالکل قریب نہ تھی ٭ یعنی دو پہاڑ تھے اور ان کے قریب ہی ایک قوم ایسی آباد تھی جو ذوالقرنین اور اس کی فوج کی بات اور بولی سمجھنے کے قریب ہی نہ تھی ان کی بولی اور تھی اور شاید کچھ ہوشیار اور سمجھدار بھی نہ تھی ورنہ کچھ اشارے سے معاملہ کو سمجھتی۔ دو پہاڑ شاید اس درے کو فرمایا جو پہاڑ میں واقع تھا۔ پہاڑ کے درے اور گھاٹی کے دو سمت پہاڑ ہوتے ہیں اور بیچ میں راستہ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کسی کی بولی اُن سے نہ ملتی تھی اور دو آڑ دو پہاڑ تھے اُس ملک میں اور یاجوج ماجوج کے ملک میں وہی اٹکاؤ تھی اُن پر چڑھائی نہ تھی مگر بیچ میں کھلا تھا ایک گھاٹا اُس راہ سے یاجوج ماجوج آتے اور لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے ۱۲ (۹۳) ٭٭

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ

انہوں نے عرض کیا اے ذوالقرنین یاجوج

وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

و ماجوج کی قوم کے لوگ اس سرزمین میں بڑا فساد برپا کرتے ہیں

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ

توکیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہم تیرے لئے کچھ مال بطور امداد جمع کردیں بشرطیکہ

تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ

تو ہمارے اور ان کے مابین ایک آڑ بنادے۔ ذوالقرنین نے جواب دیا

مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ

جس مال پر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہت کافی ہے ہاں تم اتنا کرو کہ ہاتھ پاؤں سے

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾

میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان یاجوج ماجوج کے مابین ایک مضبوط دیوار بنادوں

اس قوم کے افراد نے عرض کیا۔ شاید کسی ترجمان کے ذریعہ سے گفتگو ہوئی ہوگی۔
اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج کی قوم کے لوگ اس سرزمین میں بہت فساد برپا کرتے ہیں
تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم تیرے لئے بطور امداد کچھ روپیہ اور مال جمع کر دیں تاکہ تو ہمارے
اور اُن کے درمیان ایک آڑ اور دیوار بنا دے ٭ یاجوج ماجوج کوئی قوم غیر معمولی طاقت
کی مالک ہوگی۔ اگرچہ اس وقت تک اس قوم کا پتہ اور اس دیوار کا سراغ نہیں مل سکا
لیکن کیا عجب ہے کہ مستقبل قریب میں یا بعید میں پتہ لگ جائے۔ جس طرح بعض
براعظم اب سے پہلے معلوم نہ تھے اور بعد میں معلوم ہوئے۔ یہ قوم اُن کی مدافعت کی
طاقت نہ رکھتی ہوگی اس لئے ذوالقرنین کو بڑا بادشاہ سمجھ کر اُس سے درخواست کی اور
اُس نے منظور کر لی۔ اور اس درے کو جس سے یاجوج ماجوج نکل کر مار دھاڑ کرتے
تھے بند کر دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آپس میں باچھ ڈال کر کچھ مال جمع
کر دیں اس کو دیکھا بادشاہ صاحب فوج واسباب صاحب حکم جانا کہ اُس سے یہ
کام ہو سکے گا یاجوج ماجوج عرب کی زبان میں نام ہے ایک قوم کا دو دادوں کی اولاد
ایک یاجوج ایک ماجوج۔ نہیں معلوم کہ اُس ملک میں اُن کا کیا نام تھا۔ ترکوں کے ملک سے
لگتے تھے اور قوم میں ترکوں کے بھائی تھے ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے مفسرین کے مختلف
اقوال میں سے ایک قول کو اختیار کر لیا ہے (۹۴) ذوالقرنین نے کہا میرے پروردگار
نے مجھے جس مال پر اقتدار اور اختیار دیا ہے وہ بہتر اور کافی ہے یعنی چندہ جمع کرنے
اور باچھ کا مال اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ تم اتنا کرو کہ ہاتھ پاؤں سے میری امداد
کرو تو میں تمہارے اور ان یاجوج ماجوج کے مابین ایک مضبوط دیوار بنا دوں اور
اس درے کو بند کر دوں ٭ یعنی میرے پروردگار نے مجھے جس مال پر تصرف کا اختیار دے
رکھا ہے وہ کافی ہے۔ مجھے تو ہاتھ بٹانے والوں کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ
فرماتے ہیں یعنی مال میرے پاس بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت
کرو ۱۲ (۹۵)۔

آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

اچھا تو تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے یعنی تختے لاؤ یہاں تک کہ جب

سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

ان تختوں کو دونوں پہاڑوں کے بالائی حصے تک چن کر برابر کردیا تو ذوالقرنین نے کہا

انفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا

اب تم اس پر آگ جلاکر دھونکو یہاں تک کہ جب اس لوہے کی چادروں کو دھونکتے دھونکتے آگ بنا دیا

قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

تو ذوالقرنین نے حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ میں اس گرم دیوار پر انڈیل دوں

فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا

پھر یاجوج ماجوج اس دیوار پر نہ چڑھ سکتے تھے اور نہ

اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿٩٧﴾

اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔
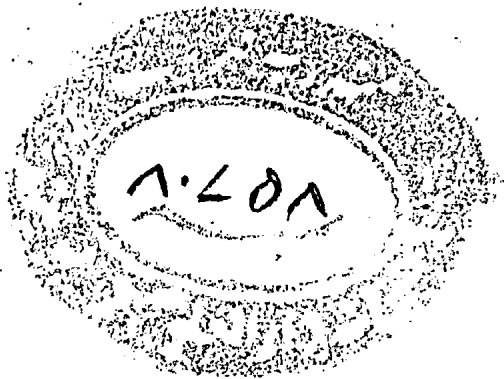
اچھا تو تم میرے پاس لوہے کے تختے لے آؤ یہاں تک کہ جب ان تختوں کو دونوں پہاڑوں کے درمیان اوپر تلے چن کر پہاڑوں کے بالائی حصہ تک برابر کر دیا تو ذوالقرنین نے کہا اب ان تختوں پر آگ جلا کر دھونکو یہاں تک کہ جب ان لوہے کی چادروں کو دھونکتے دھونکتے آگ کی طرح سرخ کر دیا اور اُن کو آگ بنا دیا تو ذوالقرنین نے حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ میں اس گرم دیوار پر انڈیل دوں ٭ یعنی بجائے اینٹوں کے لوہے کی چادریں اور تختے اوپر تلے رکھکر چنے اور درے کو اس طرح بند کیا۔ جب یہ لوہے کے تختے اور چادریں اوپر تک چن دئے گئے تو اُس پر سے پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا۔ تانبا درزوں میں گھس گیا اور وہ سب دیوار آپس میں مل کر ایک جان ہو گئی اور پہاڑ بن گئی۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اول لوہے کے بڑے بڑے تختے بنائے ایک پر ایک دھرتا گیا کہ دو پہاڑوں کے برابر ملا دیا۔ پھر تانبا پگھلا اُس کے اوپر سے ڈالا۔ درزوں میں بیٹھ کر جم گیا۔ سب مل کر ایک پہاڑ ہو گیا۔ ہمارے پیغمبرؐ پاس ایک شخص نے کہا میں سا تک گیا ہوں اور اس کو دیکھا۔ فرمایا اس کی طرح بیان کر۔ اُس نے کہا جیسے چارخانہ کی لنگی۔ فرمایا تو سچا ہے۔ وہ لوہے کے تختے سیاہ لگتے ہیں اور درزوں کی لکیر تانبے کی سرخ ۱۲ (۹۶)

لہٰذا وہ یاجوج ماجوج نہ تو اُس لوہے کی دیوار پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں نقب لگانے کی طاقت رکھتے ہیں ٭ یعنی باوجود کوشش کے دونوں باتوں کی قدرت نہیں رکھتے۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ان میں ایسا بادشاہ صاحبِ عزم اور صاحبِ حکومت اس کام پر لگا نہیں اور تھوڑے لوگوں سے ہو نہیں سکتا ۱۲ (۹۷)

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ

ذوالقرنین نے کہا یہ دیوار میرے رب کی ایک مہربانی ہے

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ

لیکن جس وقت میرے رب کا وعدہ آ پہنچے گا تو وہ اس کو ڈھا کر

دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ ط

برابر کردے گا اور میرے رب کا وعدہ یقیناً پورا ہونے والا ہے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ

اور ہم اس دن ان کی ایسی حالت کر دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں موجوں کی طرح

فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

گھسے جاتے ہوں گے اور صور پھونکا جائے گا

فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ لا وَّعَرَضْنَا

پھر ہم تمام مخلوق کو یک جا جمع کرلیں گے ۔ اور ہم جہنم کو

جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ

اس دن کافروں کے سامنے

عَرْضَا ﴿١٠٠﴾ لا

لے آئیں گے ۔

دیوار کی تکمیل کے بعد ذوالقرنین نے کہا یہ دیوار میرے پروردگار کی مہربانی ہے پھر جس وقت میرے پروردگار کا وعدہ آجائے گا تو وہ اس دیوار کو گرا کر برابر کردے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ برحق اور سچا ہے جو یقیناً پورا ہوگا۔✲ یعنی اس وقت تو یاجوج ماجوج کے شر سے محفوظ کردئے گئے ہیں لیکن جب فنا کا وقت آئے گا تو حق تعالےٰ اس کو گرا کر زمین کے برابر کردے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت کے وقت میں روپیہ برابر سوراخ اس میں پڑ گیا اور حضرت عیسیٰؑ کے وقت اُن کے نکلنے کا وعدہ ہے سب دنیا کو لڑائی سے عاجز کریں گے، آسمان پر تیر چلاویں گے وہ لہو بھرے آویں گے۔ آخر حضرت عیسیٰؑ کی بددعا سے ایک بار سارے مر رہیں گے۔ ذوالقرنین ایسی محکم دیوار پر منتظر تھا کہ آخر یہ بھی فنا ہوگی نہ جیسے وہ باغ والا اپنے باغ پر مغرور ۱۲ (۹۸)۔ اور ہم اسدن اُن کی ایسی حالت کردیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں موجوں کی طرح گھس رہے ہوں گے۔ اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو یکجا جمع کرلیں گے۔✲ یا تو یہ مطلب ہے کہ وہ اس دن اس کثرت سے نکلیں گے کہ ان کا اژدہام ایسا ہوگا کہ ایک دوسرے میں موجوں کی مانند گھسے جاتے ہوں گے یعنی بے شمار ہوں گے یا پہلے نفخہ صور کی طرف اشارہ ہوگا کہ اُس وقت اُس کی خوفناک آواز کا یہ اثر ہوگا کہ سب گڈمڈ ہو جائیں گے حتیٰ کہ درندے بھی آبادیوں میں بھاگ آئیں گے اور سب ختم ہو جانے کے بعد دوسری بار جب صور پھونکا جائے گا تو پھر ایک ایک کرکے سب کو جمع کرلیا جائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ قیامت کے دن ہوگا جو رب کا وعدہ ہے ۱۲ (۹۹) اور ہم جہنم کو اُس دن کافروں کے سامنے لے آئیں گے (۱۰۰)؛

الَّذِیْنَ کَانَتْ اَعْیُنُهُمْ

وہ کافر جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے

فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ

پردہ غفلت میں تھیں اور

كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ

وہ ہمارے کلام کو سن بھی

سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

نہ سکتے تھے ۰

وہ کافر جن کی آنکھیں ہمارے ذکر یعنی قرآن سے پردہ غفلت میں تھیں اور وہ ہمارے کلام کو سن بھی نہ سکتے تھے ۰۔ یعنی آنکھوں پر غفلت کے پردے اور کانوں میں ثقل پھر ایمان کس طرح نصیب ہوتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اپنی آنکھ نہ تھی کہ قدرتیں دیکھکر یقین لا دیں اور کسی کی بات نہ سنتے ضد سے کہ سمجھائے سمجھیں ۱۲ ذوالقرنین بادشاہ کے سلسلے میں متقدمین مفسرین کے باہمی اقوال مختلف ہیں۔ حضرات متاخرین نے اپنی تحقیق سے اُس میں کچھ اور اضافہ کیا لیکن مسئلہ کو اور بھی اُلجھا دیا اور ہمارے زمانے کے لوگوں نے تو یاجوج ماجوج اور سد اور ذوالقرنین کے واقعات میں ایسی ایسی تاویلات بعیدہ سے کام لیا کہ قرآن و حدیث کا مفہوم ہی مسخ کر دیا۔ اس بارے میں تین باتیں زیادہ موضوع بحث رہیں۔ اول یہ ذوالقرنین کون ہے۔ سد کہاں ہے۔ اور یاجوج ماجوج کون ہیں اور وہ آج کل کہاں ہیں۔ ہم اس بارے میں اُن اہل علم کی تحقیق کا ذکر کرتے ہیں جو اور حضرات سے راجح ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اُنکی تحقیق احادیث صحیحہ اور قرآن حکیم سے زیادہ قریب ہے۔ سکندر ذوالقرنین کے متعلق عام طور پر اہل تاریخ کا خیال ہے کہ یہ سکندر وہ ہے کہ جس کا

رکوع ۱۹ / ۲

پایۂ تخت یونان تھا اور یہی اسکندریہ کا بانی تھا۔ یہ سکندر حضرت مسیح سے تقریباً تین سو برس پہلے ہؤا ہے۔ کسی نے کہا وہ ایک رومی جوان تھا۔ کسی نے کہا اُس کا نام عبداللہ بن ضحاک تھا۔ لیکن سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذوالقرنین ہوئے ہیں ایک وہ جو یونانی ہے اور ایک وہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ہؤا ہے۔ اور ملت ابراہیمی کا پیرو تھا۔ اور حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لایا تھا۔ قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے یہ وہی ذوالقرنین ہے ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ البتہ امام رازی نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ ذوالقرنین نبی ہو یا نہ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ سکندر ایک صالح دیندار۔ مومن اور منصف مزاج بادشاہ تھا اور اس کے وزیر حضرت خضرؑ تھے اور یونانی سکندر کافر اور اس کا وزیر ارسطو تھا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ وہ ابراہیمی ذوالقرنین اولیاء اللہ میں سے ہو۔ رہی ذوالقرنین کی سد اور دیوار جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے اُس کے متعلق قرآن حدیث سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) وہ دیوار لوہے کی ہے (۲) اس دیوار کے دونوں سرے دو طرفہ پہاڑ سے ملے ہوئے ہیں جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ وہ ایک پہاڑی درہ اور گھاٹی ہے جو اس دیوار سے بند کر دی گئی ہے (۳) اُس کا بنانے والا کوئی ذی مرتبت بادشاہ ہے (۴) اس دیوار کے اُس پار جو یاجوج ماجوج ہیں وہ ابھی تک نہیں نکلے اور ظاہر نہیں ہوئے (۵) وہ لوگ ہر روز اسکو چھیلتے رہتے ہیں مگر ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔ صرف حضورؐ کے زمانے میں ایک سوراخ اُس میں ہو گیا تھا جس قدر وہ چھیلتے ہیں اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہ رات کو پھر اُسی طرح کر دی جاتی ہے۔ قرب قیامت میں شام کو انشاء اللہ کہہ کر جائیں گے اور وہ رات کو درست نہ ہوگی اور دوسرے روز اُسکو توڑ کر نکل آئینگے (۶) وہ عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں نکلیں گے اور انکی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور طاقت میں بھی عام انسانوں سے بہت زیادہ ہونگے (۷) وہ دفعتہً حضرت عیسٰیؑ کی دعا سے مر جائینگے اُسوقت حضرت عیسٰیؑ اور انکے ہمراہی طور پر پناہ گزیں ہونگے اور دوسرے لوگ اپنے اپنے مکانوں میں بند ہونگے۔ ظاہر ہے کہ باوجود ترقی کے اور جغرافیائی تحقیق کے لوگ اس کا پتہ نہیں لگا سکے اور وہ ابھی تک پردۂ خفا میں ہے۔ جو کچھ قرآن نے فرمایا ہے اور جو کچھ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اُس کی تصدیق کرنی اور اُس پر ایمان رکھنا چاہیئے (۱۰۱)

ع ۱۱ ۱۹

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن

کیا اب بھی کافروں کا یہ خیال ہے کہ وہ

يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي

مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز

أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

قرار دینا بلاشبہ ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے جہنم

لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ

تیار کر رکھی ہے آپ ان سے کہہ دیجئے کیا

نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾

ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے خسارے میں ہیں ۞

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام وہ دوڑ دھوپ جو دنیوی زندگی میں تھی سب گئی

الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

گذری ہوگئی اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ

يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾

کوئی بھلا اور اچھا کام کر رہے ہیں ۞

کیا اب بھی منکرین دین حق کا یہ خیال ہے کہ وہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز اور اپنا حمایتی بنائیں اور میرے سوا میرے بندوں کو اپنا معبود و حاجت روا مقرر کریں۔ بلاشبہ ہم نے ان منکروں کی مہمانی کو دوزخ تیار کر رکھی ہے ٭ یعنی میرے بندے مثلاً مسیح علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ جو میرے مملوک اور محکوم ہیں میرے مقابلہ میں اُن کو اپنا معبود اور حاجتی پکڑتے ہیں۔ اس توقع پر کہ یہ قیامت میں ہم کو عذاب سے بچائیں گے تو یہ بات بالکل غلط ہے وہ ان کے کچھ کام آنے والے نہیں۔ اور وہ اُس جہنم سے بچانے والے نہیں جو بطور مہمانی ان منکروں کے لئے ہم نے تیار کر رکھی ہے (۱۰۲) آپ ان سے فرمائیے کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو باعتبار اعمال کے سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے ٭ یعنی جن کے تمام اعمال اکارت جائیں گے اور اعمال کے اعتبار سے گھاٹے ہی گھاٹے میں رہیں گے (۱۰۳) یہ وہ لوگ ہیں جن کی وہ تمام دوڑ دھوپ اور کی کرائی محنت جو دنیوی زندگی میں انہوں نے کی تھی سب گئی گذری اور بے کار ہوگئی اور اُن کی حالت یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ کوئی بہت اچھا کام کر رہے ہیں ٭ یعنی وہ اپنے جہل کی وجہ سے بُرے کاموں کو اچھا سمجھ کر کرتے رہے اور اگر کوئی اچھا کام بھی کیا تو وہ کفر کی وجہ سے بیکار ہوگیا (۱۰۴)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا اور اپنے رب کی

وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ

پیشی میں حاضر ہونے کا انکار کرتے رہے تو ان کے تمام اعمال نیست و نابود ہو گئے

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (۱۰۵) ذَٰلِكَ

اور قیامت کے دن ہم ان کے اعمال کیلئے کوئی وزن نہیں قائم کرینگے ۔ یہی

جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا

بدلہ ہے ان کا جہنم اس سبب سے کہ انھوں نے کفر کیا تھا

وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي

اور میری آیتوں کا اور میرے رسولوں کا مذاق

هُزُوًا (۱۰۶) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

اڑایا تھا ۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ

انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کی مہمانی کے لئے بہشت بریں

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (۱۰۷)

کے باغ ہوں گے ۔

یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی آیتوں کا اور اس کی پیشی میں حاضر ہونے کا انکار کرتے رہے لہٰذا ان کے تمام اعمال نیست و نابود اور اکارت ہوگئے پس ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ☆ یعنی جب عمل ہی نہیں رہے تو تُلے کیا۔ یا یہ کہ قیامت کے دن ان کا کوئی وزن اور ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وے آخرت کو مانتے نہ تھے تو اس کے واسطے کچھ کام نہ کیا۔ پھر ایک پلہ کیا تولے ۱۲ (۱۰۵) ان لوگوں کا بدلہ وہی ہوگا جو اوپر مذکور ہوا یعنی جہنم بسبب اس کے کہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور کافرانہ روش اختیار کی اور میری آیات کا اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا ☆ یعنی ان کی جزا اور ان کا بدلا جہنم ہے۔ چونکہ یہ منکر رہے اور کفر پر قائم رہے اور میری قدرتوں کا اور میرے قرآن کا اور میرے رسولوں کا مذاق اڑاتے رہے (۱۰۶) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور دعوت ایمانی کو قبول کیا اور نیک اعمال کے پابند رہے ان کی مہمانی کے لئے سایہ دار باغ ہوں گے (۱۰۷)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ

وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ وہاں سے منتقل ہونا نہ چاہیں گے ۰ آپ کہدیجئے

لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ

اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی سیاہی ہو

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ

تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا

رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

اگرچہ ہم اس سمندر کی مدد کے لئے ایک اور سمندر اسی جیسا لے آئیں ۰

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

آپ ان سے کہدیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں ہاں بس فرق یہ ہے کہ میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے

اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ

کہ تمہارا معبود حقیقی صرف ایک ہی معبود ہے تو جو شخص اپنے

يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ نیک کام کرتا رہے

وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع

اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ۰

۱۲ ع ۹ ۳

وہ حضرات ان باغوں میں ہمیشہ رہینگے اور وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے کی خواہش نہ کرینگے ٭ مطلب یہ ہے کہ بہشت کے باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے اُکتا کر کسی دوسری جگہ جانے اور منتقل ہونے کی خواہش اور آرزو نہ کریں گے (۱۰۸) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے اور منضبط کرنے کے لئے سمندر کا پانی سیاہی ہو تو میرے پروردگار کی باتیں ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر ختم ہو جائیگا اگرچہ ہم اس سمندر کی مدد اور امداد دینے کے لئے اُسی جیسا ایک اور سمندر لے آئیں ٭ یعنی وہ عبارات اور وہ کلمات جو صفات الٰہیہ اور کمالات الٰہیہ پر دال ہوں۔ پس ایسے کلمات لکھنے کیلئے ایک سمندر کے پانی کو روشنائی بنا لیا جائے تو وہ سمندر اس سے پہلے کہ وہ کلمات پورے ہوں ختم ہو جائے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی صفات اور اُسکے اوصاف سے تعبیر کرنے والے کلمات ختم نہ ہوں بلکہ اگرچہ ہم ایک سمندر اس کی مثل اور بھی لے آئیں تب بھی کلمات رب کے ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر بھی ختم ہو جائے گا اور دو سمندر بھی ناکافی ہوں گے (۱۰۹) آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی اور بشر ہوں مگر ہاں میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود حقیقی صرف ایک ہی معبود ہے تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کا امیدوار ہے اور اس سے ملنے کا آرزومند ہے اس کو چاہیئے کہ وہ نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت اور بندگی میں کسی اور کو شریک نہ کرے ٭ یعنی مجھے ملکیت یا اور کوئی مخلوق ہونے کا دعویٰ نہیں میں تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں اور مجھ پر یہ وحی ضرور آتی ہے کہ معبود تم سب کا صرف ایک ہی ہے لہٰذا اس سے ملاقات کا جو خواہشمند ہے اُس کے لئے دو باتیں ضروری ہیں ایک نیک اعمال کی پابندی اور دوسرے شرک سے احتراز (۱۱۰) ٭

الحمد للہ والمنتہ آج ۱۰ رجمادی الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۴ رفروری ۱۹۵۳ء سہ شنبہ قبل از نماز ظہر سورۂ کہف کی تفسیر ختم ہوئی آگے سورۂ مریم شروع ہوتی ہے ٭

۱۲
ع ۹
۱۲
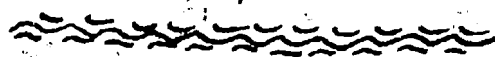
# عام فہم ترجمہ قرآن شریف کے متعلق

# حضرات علماء کرام کی گرامی قدر رائیں

## مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین کی رائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

میں نے مخدوم العلماء والفضلاء حضرت مولانا احمد سعید صاحب دامت برکاتہم کے ہفت سورہ مترجمہ کے ترجمہ کو متعدد مقامات سے نہایت ہی غور سے پڑھا ہے۔ بحمد اللہ تعالےٰ نہایت ہی سلیس۔ عام فہم اور مطلب خیز پایا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں عاجزانہ التجا ہے کہ حضرت ممدوح کو تا دیر سلامت رکھے۔ اور قرآن مجید کا مکمل ترجمہ تیسیر القرآن اور تسہیل قرآن سمیت شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ حضرت اقدس کی یہ خدمت مسلمانوں کی ہدایت اور جناب والا کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

العارض

احقر الانام احمد علی عفی عنہ از دروازہ شیرانوالہ لاہور



Scanned by CamScanner

## حضرت مولانا سید اعزاز علی صاحب مدظلہ شیخ الحدیث والادب دارالعلوم دیوبند کی رائے

عامداً و مصلیاً و مسلماً، امابعد۔ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ یوسف، سورۂ یونس کی تفسیریں میں نے مطالعہ کیں۔ سحبان الہند حضرت مولانا الحافظ احمد سعید صاحب دہلوی ان کے مفسر ہیں۔ آپ کا نام نامی ہی ان کی صحت، سلاست زبان، صلاوت بیان کا ضامن ہے۔

کتابت، طباعت، کاغذ کی عمدگی کے ساتھ ساتھ، جلدیں نہایت عمدہ ہیں ان پر نہایت خوبصورت گردپوش ہے، جس کو دیکھ کر انسان غایت شیفتگی کے ساتھ ان کے مضامین سے مستفید ہونے کی سعی کرتا ہے۔

تفسیر و ترجمہ اختصار اور تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اس قدر جامع ہے کہ بہت سے شبہات جو کہ آج کل آیات قرآنیہ کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ ترجمہ ہی سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور تفسیر دیکھنے کے بعد تو کوئی شبہ باقی ہی نہیں رہتا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک یہ تفسیریں نہ صرف اردو داں طبقے کے لئے ضروری اور مفید ہیں بلکہ طلبہ اور علماء بھی ان سے مستغنی نہیں ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ موفق حقیقی اہل اسلام کو اس قسم کی تفسیروں سے استفادے کی توفیق دے اور مصنف علام کو صحت و عافیت کے ساتھ حیات طویلہ عطا فرمائے تاکہ ان کے علوم مشتعل راہ ہدایت بنکر معانی قرآن کی کما حقہٗ اشاعت کر سکیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ

دیوبند

۲۰ صفر ۱۳۷۳ھ جمعہ

# حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی رائے

حضرت المخدوم المکرم دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون عرض ہے حسب وعدہ ترجمہ قرآن شریف کی بابت کچھ خیالات اور منتشر افکار لکھکر ارسال ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ میں تو اس ترجمہ سے بہت ہی منشرح ہوا۔ مجھے تمام تراجم میں بوجہ بلاغت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ پسند تھا۔ لیکن یہ ترجمہ شگفتگی میں اس سے بھی کچھ سوا ہی نظر آتا ہے۔ ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی تحریرات میں جہاں آیات کے ترجمے درکار ہوں گے تو اس ترجمہ کی نقل پر قناعت کرسکوں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ قرآن حکیم سارے عالم، عالم کے ہر قرن اور قرن کے ہر انسانی طبقہ کیلئے ہدایت وموعظت اور قانون زندگی بنا کر اُتارا گیا ہے۔

(۱) اسی لئے اُس نے جگہ جگہ یاایھا الانسان۔ یاایھا الناس اور یابنی آدم کے ہمہ گیر خطابات سے پوری انسانی برادری اور جمہوریت عامہ کو مخاطب کیا ہے۔

(۲) اسی لئے اس نے غامض علوم ونظریات، نظم کلام اور ادبی تعبیرات کو عام فہم سہل الحفظ اور ہر طبقاتی ذہنیت کے مطابق بنانے میں اعجازی شان دکھلائی ہے تاکہ وہ ہر ایک کے دل ودماغ میں بآسانی اُتر سکے اور اُس سے روایتہً ودرایتہً اور حفظاً وفہماً ہر راوی و داری۔ ہر محدث و فقیہ اور ہر حافظ ومبلغ بسہولت استفادہ کرسکے تاآنکہ کوئی بھی اُس کی نجات بخش ہدایتوں سے اصولاً محروم

نہ رہ سکے۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔

۳۔ اسی لئے اُس نے اپنے خطاب عام میں مخاطبوں کے ذہن وفکر اور ذوق وفہم کی رعایت رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کی تین قسمیں حکمت موعظت اور مجادلت اسلئے فرمادی ہیں کہ خود انسانوں میں بھی بلحاظ علم وفہم تین طبقات تھے عقلاء عوام اور جدل پسند اشخاص۔ تاکہ ہر طبقہ اپنے مناسب حال تخاطب کے ساتھ قرآن کی صلائے عام سے بہرہ ور ہوسکے اور کسی کو اُس کے علوم کی دقت وغموض کی شکایت اور اپنے فہم کی نارسائی کے عذر لنگ کا موقع نہ ملے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دعوۃ الی اللہ میں ان سہ گانہ ایوان اور رنگ برنگ اندازوں کی قدرت نہ تھی جس کا اظہار اس آیت دعوۃ میں کیا گیا ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن

۴۔ یالفاظ دیگر اس آیت نے حکم دیا ہے کہ راویان کتاب اللہ اور مبلغین علوم قرآن میں حکماء ہونے بھی ضروری ہیں جو حکمت پسند عقلاء کو حکمت سے قرآن سمجھائیں واعظ ہونے بھی ضروری ہیں جو موعظت پسند سادہ ضمیروں کو وعظ ونصیحت کے پیرائے میں قرآن سکھلائیں۔ اور مناظر ومجادل ہونے بھی ضروری ہیں جو بحث پسند معاندوں کو مسلمات سے ساکت کرکے اُن پر اتمام حجت کریں اور اس طرح قرآن ہر انسانی طبقہ کے ذہن میں اُسی کی ذہنی افتاد کے راستہ سے پہنچ سکے اور خدا کی حجۃ بندوں پر تمام ہوجائے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔

۵۔ پس جیسے قرآن کے علوم ومطالب مختلف المدارج تھے اور جیسے مخاطبوں کے فہم وذوق مختلف المراتب تھے ایسے ہی ہادیوں کے طبقات بھی رسائی فہم اور

مدارک علم کے لحاظ سے متفاوت الدرجات قائم فرمائے گئے تاکہ ہر طبقہ اپنی ذہنیت کے مطابق قرآن سے استفادہ کرکے اپنے ہم مذاق مخاطبوں کے طبقات کو ان کے فکر و نظر کی حد تک اعتدال کے ساتھ افادہ کر سکے پس انبیاء علیہم السلام بھی مختلف الدرجات مبعوث فرمائے گئے کہ اقوام مختلف تھیں ۔ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض ۔ منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات ۔

اور انبیاء کے ورثہ بھی مختلف الدرجات پیدا کئے گئے کہ ہر قوم میں طبقات مختلف تھے ۔ والذين اوتوا العلم درجات ۔ اور وفوق كل ذى علم عليم ۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی تفسیر اور ترجمہ سے صرف قرآنی مدلولات کی شرح و ایضاح ہی مقصود نہیں رہی ورنہ پوری اُمت کے لئے ایک تفسیر اور ایک ترجمہ کافی تھا جو مختلف زبانوں میں منتقل کیا جاتا رہتا ۔ بلکہ ہر دور میں ہر طبقہ کے عقل و فہم ۔ اُس کی ذہنیت اُس کے افکار و نظریات اور اُس کی افتاد طبع کے مناسب حال ہی اسے قرآن سمجھانا اور اُس کے فکر و نظر کی تربیت کرنا مقصود رہا ہے ۔ اسلئے چودہ صدی کی طویل و عریض مدت میں کسی ایک تفسیر یا ایک ترجمہ پر قناعت نہیں کی گئی ۔ بلکہ وحدت مدلول اور توحید مطلب کے باوجود شرح و بیان کے پیرائے اور طرز ادا کے عنوانات مختلف اختیار کرکے ہر دور میں ہزارہا تفسیریں اور قرون مابعد میں سینکڑوں ترجمے مرتب کئے گئے تاکہ قرآن اُسی دور کے نظریات کے رنگ سے اس دور کی مخلوق پر تجلی کرے اور اپنی اصلی روشنی اہل عصر کے دماغوں میں اُتار سکے ۔ پس اگر فلسفہ کا دور آیا تو قرآن نے فلسفیانہ انداز سے تجلی کی تصوف کا دور دورہ ہوا تو قرآن صوفیانہ رنگ سے

( باقی صفحہ ۱۵۲ پر ملاحظہ فرمایئے )

از

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب

دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی

# پیش لفظ!

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی مدظلہ العالی

حامدًا و مصلیًا

سورۂ مریم بھی بہت سے اہم معاملات پر مشتمل ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیٹے کے لئے دعا۔ دعا کی قبولیت۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا حاملہ ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت۔ قوم کا تعجب۔ حضرت عیسیٰؑ کا ماں کی گود میں بولنا۔ اور اپنی پوزیشن کو صاف کرنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے گفتگو۔ بت پرستی کے خلاف عام وعظ۔ باپ کی طرف سے قتل کی دھمکی۔ باپ نے بیٹے کو نکال دیا حضرت ابراہیمؑ سلام کر کے رخصت ہو گئے۔ باپ سے استغفار کا وعدہ کرنا۔ حضرت ابراہیمؑ کے ہاں اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے ہاں یعقوبؑ کا پیدا ہونا۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا تذکرہ۔ حضرت اسماعیلؑ کا ذکر۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ۔ انبیاء بنی اسرائیل کی عبادت گذاری متقیوں سے جنت کا وعدہ اور ایفائے وعدہ کی بشارت۔ انسان کی ہستی کا نیستی سے پیدا ہونا

قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے پر استشہاد حشر اور قیامت کا ذکر۔ کفار مکہ کی ریا اور نمود پر تنبیہ۔ قوموں کا انقلاب۔ شیاطین کا منکرین دین پر غلبہ۔ اللہ تعالے کیلئے اولاد ثابت کرنے والوں کا رد۔ ہر انسان کا بندہ ہو کر اللہ تعالے کے سامنے پیش ہونے کا ذکر۔ قیامت میں ہر شخص کا تنہا تنہا حاضر ہونا۔ نافرمان بستیوں کا ہلاک ہونا اور آج اُن نافرمانوں میں سے کسی کا موجود نہ ہونا۔

ان دونوں سورتوں میں بہ تفصیلی واقعات ہیں۔ ان واقعات اور دلائل سے قرآن۔ توحید۔ انبیاء علیہم السلام کی صداقت اور اُن کی تائید۔ حضرت مریمؑ کی عصمت اصحاب کہف کی حقانیت۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حساب وکتاب کے لئے نامۂ اعمال کا ہر ایک کے ہاتھ میں ہونا جنت۔ دوزخ کی کیفیت۔ ہر شخص کی عبودیت اور اللہ تعالے کے روبرو حاضری۔ نافرمان قوموں پر عذاب کا نزول۔ یہود کے بعض سوالات کا جواب۔ اسی طرح اور بہت سے اہم مسائل کو ثابت کیا گیا ہے۔

میں آخر میں ترجمہ اور تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ مطالعہ کے بعد میری کوتاہیوں سے مجھے مطلع فرمائیں اور اپنی رائے سے آگاہ کریں تاکہ میں اپنی اصلاح کر سکوں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۵۳ء

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾

کھٰیٰعٓصٓ ۔ اے پیغمبر یہ آپکے رب کی اس مہربانی کا ذکر ہے جو اسنے اپنے بندے زکریا پر کی تھی

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ

جب اس نے اپنے رب کو پست اور خفیہ آواز سے پکارا ۔ زکریا نے عرض کی اے میرے رب میری

وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا

ہڈیاں بڑھاپے سے ضعیف ہوگئیں اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک اٹھا

وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ

اور اے میرے رب تجھ سے دعا کرکے میں کبھی محروم نہیں رہا ۔ اور میں اپنے

خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ

بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی

عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾

بانجھ ہے سو تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک ایسا وارث عطا کر

سورۂ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

کٓھٰیٰعٓصٓ (۱) اے پیغمبر یہ آپ کے پروردگار کی اُس رحمت و مہربانی کا تذکرہ ہے جو اُس نے اپنے مقبول بندے زکریاؑ نامی پر فرمائی تھی ٭ یعنی یہ قصہ جو آگے بیان کیا جاتا ہے یہ اُس رحمت کا تذکرہ ہے جو اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر فرمائی تھی (۲) جب کہ اُس زکریاؑ نے اپنے پروردگار کو پست اور خفیہ آواز سے پکارا اور ندا کی ٭ شاید اس لئے دعا کو پوشیدہ رکھا ہو کہ بڑھاپے میں اولاد مانگی تھی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دل میں دعا کی یا پکارا ہو اکیلے مکان میں چھپی پکار اس واسطے کہ بوڑھی عمر میں بیٹا مانگتے تھے نہ بلے تو لوگ ہنسیں ۱۲ (۳) زکریا علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے سے کمزور اور ضعیف ہوگئیں اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک اُٹھا اور میرے پروردگار آپ سے کوئی چیز طلب کر کے اور مانگ کر کبھی محروم اور ناکام نہیں رہا ٭ یعنی جو مانگا وہ ملا اور جو دعا کی وہ قبول ہوئی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ڈیک بڑھاپے کی یعنی بال سفید (۴) اب وجہ بیان کرتے ہیں بیٹا مانگنے کی اور میں اپنے مرنے کے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھ کو اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث یعنی بیٹا عطا کریں (۵) ٭

يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ

جو میرا بھی وارث ہو اور اولاد یعقوبؑ کا بھی وارث ہو

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا

اور تو اس وارث کو اے میرے رب اپنا پسندیدہ اور مقبول بنائیو ۰ جواب دیا گیا اے زکریاؑ ہم

نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ

تجھ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا اس سے پہلے ہمنے کسی کو اس کا

مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي

ہم نام نہیں پیدا کیا ۰ زکریاؑ نے عرض کیا اے میرے رب مجھے لڑکا کیوں کر

غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ

عطا ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے

بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ

کے انتہائی درجہ کو پہونچ چکا ہوں ۰ جواب دیا اسی طرح ہوگا

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ

تیرے رب نے کہا ہے - یہ بات یعنی بڑھاپے میں اولاد کا دینا مجھ پر آسان ہے اور میں

خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾

اس سے قبل خود تجھ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تو کچھ بھی نہیں تھا ۰

جو میرا بھی وارث ہو اور اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو اور آپ اس وارث کو اے میرے پروردگار اپنا پسندیدہ اور مقبول بنائیو ✽ یعنی مرنے کے بعد میرے رشتہ دار شاید ملت ابراہیمی کی حفاظت نہ کر سکیں اور دین کو بچا نہ لائیں اور بظاہر بیٹے کے اسباب عادیہ بھی مفقود ہیں میں بھی بوڑھا اور میری بیوی بھی بوڑھی اور بانجھ سوان اسباب عادیہ کے مفقود ہونیکے باوجود اپنے پاس سے اور اپنی رحمت خاص سے کوئی بیٹا عطا فرما جو میرے بھی علم کا وارث ہو اور جو علم اولاد یعقوب میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اُس کا بھی وارث اور نگہبان ہو اور وہ وارث تیرا پسندیدہ اور مقبول بھی ہو یعنی عالم باعمل ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بھائی بند راہ نیک نہ بگاڑیں۔ یہ ڈر ہو گا اور فرماتے ہیں اللہ نے انکو قائم مقام اُن کا اور اگلے پیغمبروں کا کر دیا لیکن وہ بیٹے ہی قائم مقام رہا اُنکے پیچھے نہیں رہا ۱۲ (۶) جواب دیا گیا اے زکریاؑ ہم تجھ کو ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری اور بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰیؑ ہو گا اس سے پہلے ہم نے کسی کو اُسکا ہمنام نہیں بنایا اور ہمنام نہیں پیدا کیا ✽ یعنی دعا قبول ہونے کی بشارت دی گئی اور اُسکے پیدا ہونے سے پہلے کوئی اُسکا ہمنام یا ہم صفت نہیں کیا یا خاص اوصاف میں وہ یگانہ ہو گا اُس سے پہلے کوئی اور اُن اوصاف خاصہ سے متصف نہ ہوا ہو گا حضرت یحیٰیؑ کی ولادت سے قبل انکا نام بھی تجویز کر دیا گیا (۷) حضرت زکریاؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے لڑکا کیونکر اور کہاں سے عطا ہو گا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں اور بڑھاپے کی وجہ سے خشک ہو گیا ہوں ✽ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں انوکھی چیز مانگتے تعجب نہیں آیا جب سنا کہ ہو گا تب تعجب کیا ۱۲ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کے اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اسی حالت میں ہو گا۔ یا ہم میاں بیوی جوان کر دئے جائینگے یا مجھے کسی دوسرے نکاح کا حکم ہو گا آخر صورت کیا ہو گی (۸) فرشتے نے جواب دیا اسی طرح ہو گا یعنی موجودہ حالت یوں ہی رہیگی۔ تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ یہ بڑھاپے میں اولاد عطا کرنا مجھ پر سہل اور آسان ہے اور میں اس سے پہلے خود تجھ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تو کوئی چیز نہ تھا ✽ یعنی جب معدوم کو موجود کر سکتے ہیں تو موجود میں سے کسی کو موجود کر دینا ہمارے لئے کیا مشکل ہے کیونکہ انکی قدرت کے مقابلے میں اسباب عادیہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ بعض حضرات نے کذالک کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جس طرح تو کہتا ہے بات تو اسی طرح ہے لیکن تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ یہ کام اسباب عادیہ کے موجود نہ ہونیکے باوجود بھی مجھ پر آسان ہے، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ فرشتے نے کہا ۱۲ (۹)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ

زکریاؑ نے عرض کیا اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر کردے خدا نے فرمایا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾

تیرے لئے علامت یہ ہے کہ تو تین رات تک لوگوں سے کلام نہ کرسکے گا حالانکہ تو صحیح سالم ہوگا

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ

پھر زکریاؑ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اشارہ سے سمجھایا

اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ

کہ تم لوگ حسب معمول صبح وشام عبادت کرتے رہو۔ اے یحییٰؑ اس کتاب توریت کو

بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ

پوری قوت سے سنبھالے رہنا اور ہم نے اسکو بچپنے ہی میں دین کی سمجھ اور اپنے پاس سے رحمدلی

لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ

اور پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ بہت پرہیزگار اور اپنے ماں باپ کا بڑا خدمت گذار تھا اور

وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ

وہ سرکشی کرنے والا نافرمانی کرنے والا نہ تھا اور جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے

وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ع

اور جس دن وہ زندہ کرکے اٹھایا جائے ہر حال میں اس پر سلامتی ہے

ع ۱ ۱۵ ۴

زکریاؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے یعنی دقوع حمل کے قریب کی
ارشاد ہوا تیرے لئے علامت یہ ہے کہ تو تین رات اور تین دن تک لوگوں سے کلام نہ کر سکے گا حالانکہ تو صحیح سالم
اور تندرست ہوگا ✻ یہاں تین راتوں کا ذکر اور آل عمران میں تین دن مذکور ہیں اسلئے معلوم ہوا کہ
تین دن اور تین رات یہ حالت رہیگی کہ بجز اشارے کے زبان میں گویائی کی طاقت نہ ہوگی (۱۰)
پھر زکریاؑ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انکو اشارے سے سمجھایا کہ تم لوگ
حسب معمول صبح اور شام خداتعالےٰ کی عبادت اور اُسکی پاکی بیان کرتے رہو ✻ یعنی جو
طریقہ تمہاری عبادت کا مقرر ہے اُسکو صبح و شام بجالاتے رہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں
منہ سے بول نہ سکے نشان ہوا کہ وہ وقت آیا ۱۲ کہتے ہیں ذکرالٰہی کیلئے زبان چلتی تھی لیکن
لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے حضرت زکریاؑ حضرت داؤد علیہ السلام کی چوتھی پشت میں تھے انکی
بیوی کی عمر اٹھانوے اور انکی ننانوے سال تھی غرض حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور
سن شعور کو پہنچے تو انکو ارشاد ہوا (۱۱) اے یحییٰؑ اس کتاب توریت کو مضبوطی کیساتھ سنبھال
کر لو اور ہمنے اُسکو بچپنے ہی میں دین کی سمجھ (۱۲) اور اپنے پاس سے رحمدلی اور پاکیزگی عطا کی
تھی اور وہ بہت پرہیزگار (۱۳) اور اپنے ماں باپ کا بڑا خدمت گذار تھا اور وہ سرکشی کرنے والا
اور نافرمانی کرنے والا نہ تھا ✻ یعنی دین کا فہم اور رحمدلی اخلاق کی پاکیزگی پرہیزگاری والدین کی
اطاعت گذار اور خدمت گذار اور سرکش نہیں نافرمان نہیں گویا تمام خوبیوں سے اُسکو نوازا
تھا خواہ وہ حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ ہوں سب باتیں ان اوصاف میں داخل ہو گئیں۔
حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی علم کتاب لوگوں کو سکھانے لگے اپنے باپ کی جگہ زور سے یعنی
باپ ضعیف تھے اور وہ جوان ۱۲ ایک لڑکے نے انکو بلایا کھیلنے کو کہا ہمکو اس واسطے نہیں بنایا
یعنی آرزو کے لڑکے ایسے ہوتے ہیں وہ ایسا نہ تھا ۱۲ (۱۴) اور اس یحییٰؑ پر سلامتی ہو جس دن
وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کرکے اٹھایا جائے ✻ یعنی ہر حال
میں اُس پر سلامتی نازل ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ جو بندے پر سلام کہے
اسکی معنی یہ کہ اسپر کچھ پکڑ نہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ دنیا میں آفات سے محفوظ برزخ میں ہر قسم
کی سختی سے محفوظ قیامت کے دن عذاب سے محفوظ (۱۵) ۰

ع ۱۵

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ

اور اس کتاب میں مریمؑ کا ذکر بھی کیجئے جب کہ وہ مریمؑ اپنی قوم کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر

مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ

ایک ایسے مکان میں گئی یعنی غسل کیلئے جو جانب مشرق میں واقع تھا۔ اور اس نے ان لوگوں کے سامنے

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا

پردہ ڈال لیا یعنی غسل کرنے کی وجہ سے تو ہم نے اس مریمؑ کے پاس اپنے ایک فرشتہ کو بھیجا

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ

اور وہ فرشتہ انکے سامنے ایک صحیح الخلقت آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اسکو دیکھکر مریمؑ نے کہا

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ

اس نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اسلئے بھیجا گیا ہوں تاکہ تجھ کو

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

ایک پاکیزہ لڑکا دوں ۔ مریمؑ نے جواب دیا میرے ہاں لڑکا کیوں کر ہو سکتا ہے

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

حالانکہ مجھ کو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ میں کبھی بدکار تھی۔

ربع

الربع

اور اے پیغمبر اس کتاب یعنی قرآن میں حضرت مریمؑ کے قصے کا بھی ذکر کیجئے وہ قصہ اسوقت کا ہے جبکہ حضرت مریمؑ اپنے گھر والوں اور اپنی قوم کے لوگوں سے علیحدہ اور یکسو ہو کر ایک ایسے مکان میں جا بیٹھیں جو مشرق کی جانب تھا ﴿۱۵﴾ یعنی وہ مکان بیت المقدس کی مشرقی جانب تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی غسل حیض کرنے کو یہی پہلا حیض تھا تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی کنارے ہوئیں بشرم سے وہ مکان مشرق کو تھا۔ اب نصاریٰ قبلہ کرتے ہیں مشرق کو (۱۶) پھر اس نے اُن لوگوں کے ورے اور اُن کے بالمقابل ایک پردہ ڈال لیا پس ہم نے اُس مریمؑ کے پاس اپنے ایک فرشتے کو بھیجا وہ فرشتہ اُس کے سامنے ایک صحیح الخلقت آدمی کی شکل وصورت اختیار کر کے ظاہر ہوا ﴿۔﴾ حضرت مریمؓ نے اپنے اہل سے دور نکل جانے کے باوجود پھر پردہ ڈال لیا جب نہانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان خوب رو کھڑا ہوا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جوان خوش صورت ۱۲ خلاصہ یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی حالت میں نہیں آیا کہ حضرت مریم کو وحشت نہ ہو اور وہ ڈر نہ جائیں اسلئے بشر بنکر آئے۔ یہ فرشتہ بقول مفسرین حضرت جبریل علیہ السلام تھے (۱۷) حضرت مریمؓ اُس بشری صورت کو دیکھکر کہنے لگیں میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے ﴿۔﴾ یعنی اگر تو متقی ہے تو مجھے ایذا مت دے اور یہاں سے ہٹ جا ۔ اور یہ مطلب بھی بعض نے بیان کیا ہے کہ اگر تو خدا ترس ہے تب بھی تجھ سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں۔ اور متقی نہیں ہے تو پھر اور بھی تجھ سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور تجھ سے خدا کی پناہ کیسے نہ مانگوں (۱۸) اُس بشری صورت نے جواب میں کہا میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اسلئے آیا ہوں تاکہ تجھکو ایک پاکیزہ لڑکا دیدوں ﴿۔﴾ یعنی میں تو خدا کا فرستادہ ہوں تاکہ تیرے گریبان میں پھونک ماروں اور تجھکو ایک پاکیزہ لڑکا دیدوں اور تجھکو حمل رہجائے اور تیرے ہاں بیٹا ہو جائے (۱۹) حضرت مریمؓ نے جواب دیا میرے ہاں لڑکا کیونکر اور کس طرح ہو جائے گا، حالانکہ مجھکو کسی آدمی نے چھوا بھی نہیں اور میں کبھی بدکاری کی مرتکب بھی نہیں ہوئی اور نہ میں کبھی بدکار تھی ﴿۔﴾ یعنی حضرت مریمؓ نے تعجب سے فرمایا کہ لڑکا کس طرح ہو گا لڑکا پیدا ہونیکے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں یا میرا نکاح ہوا ہوتا اور مجھ سے کسی مرد نے مباشرت کی ہوتی اور مجھ کو حمل قرار پا جاتا یا پھر میں بدکار اور آوارہ ہوتی تو حرام سے کوئی بچہ ہو جاتا یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ تو میرے ہاں لڑکا کس طرح ہو سکتا ہے (۲۰)

قَالَ كَذٰلِكِ ج قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ

فرشتے نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے یہ بات مجھ پر

هَيِّنٌ ج وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً

آسان ہے ۔ اور اسکو اسلئے پیدا کرینگے تاکہ ہم لوگوں کیلئے اسکو اپنی قدرت کی ایک نشانی بنائیں اور اسکو اپنی رحمت

مِّنَّا ج وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (٢١) فَحَمَلَتْهُ

کا ذریعہ بنائیں اور یہ بات ایک طے شدہ امر ہے پھر مریم کو بیٹے کا حمل ہوگیا

فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (٢٢) فَاَجَآءَهَا

اور وہ اس حمل کو لئے ہوئے ایک دور جگہ علیحدہ چلی گئی ۔ پھر درد زہ کی تکلیف

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ج قَالَتْ

اس کو کھجور کے ایک تنے کی طرف لے گئی ۔ کہنے لگی

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا

کاش میں اس حالت سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ

مَّنْسِيًّا (٢٣) فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ

کسی کو یاد بھی نہ رہی ہوتی ۔ اسوقت جبرئیل ؑ نے مریم کو ایک ایسے مکان سے جو نشیب میں واقع تھا پکار کر کہا

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (٢٤)

اے مریم غمگین نہ ہو تیرے نیچے تیرے رب نے ایک چشمہ جاری کردیا ہے

فرشتہ نے جواب دیا یہ بچہ یونہی بلا مس بشر ہوجائیگا تیرا پروردگار فرماتا ہے یہ بغیر باپ کے لڑکا دیدینا مجھ پر آسان ہے اور بلا اسباب عادیہ وہ لڑکا ہم اسلئے دینگے تاکہ ہم لوگوں کیلئے اسکو اپنی قدرت کا ایک نشان بنائیں اور اسکو لوگوں کیلئے اپنی طرف سے باعث رحمت بنائیں اور یہ بات یعنی بن باپ کے بچہ کا ہونا ایک طے شدہ بات ہے ٭ قدرت خداوندی کا نشان یعنی وہ بچہ اللہ تعالے کی ایک نشانی ہوگا اور رحمت یہ کہ اسکو پیغمبر بناکر ہدایت کا ذریعہ بنائینگے۔ امر مقضی فرمایا کہ یہ کام ہوکر ہی رہیگا۔ اولاد کے ہونے کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) بدون ماں باپ کے کوئی پیدا ہوجائے جیسے آدم علیہ السلام (۲) بدون باپ کے پیدا ہو جیسے حضرت حوا (۳) ماں باپ دونوں کے اشتراک سے پیدا ہو جیسے عام مخلوق کی پیدائش (۴) بغیر باپ کے پیدا ہوتا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں نشانی لوگوں کیلئے یعنی بن باپ کا لڑکا پیدا ہوا یہ اللہ کی قدرت ہے ۱۲ (۲۱) پھر مریمؑ کو لڑکے کا حمل ہوگیا اور بیٹے کا پیٹ رہگیا اور وہ اس حمل کو لئے ہوئے لوگوں سے علیحدہ اور یکسو ہو کر ایک دور جگہ چلی گئی ٭ یعنی حضرت جبرئیل کی پھونک سے حمل رہ گیا۔ پھر جب آثار وضع حمل ظاہر ہوئے تو وہ شرم کی وجہ سے کسی دور مقام پر چلی گئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جننے کے وقت ۱۲ (۲۲) پھر حضرت مریمؑ کو دردزہ کی تکلیف کھجور کے ایک تنے کے پاس لے آئی درخت کے سہارے بیٹھ کر کہنے لگی اے کاش میں اس واقعہ سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست ونابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہی ہوتی ٭ یعنی جنگل میں دردزہ کی تکلیف پھر کوئی ہمدم پاس نہیں ضرورت اور راحت کا سامان مفقود، بدنامی اور بری شہرت کا خیال ان باتوں سے گھبرا کر ایک کھجور کے سوکھے ہوئے درخت سے کمر لگا کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی میں اس حالت سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہوجاتی یعنی دنیا میں کوئی میرا نام لینے والا ہی نہیں ہوتا اور میں بالکل نیست و نابود ہوچکی ہوتی (۲۳) اسوقت حضرت جبرئیلؑ نے بحکم خداوندی حضرت مریمؑ جس ٹیلے پر بیٹھی تھیں اُسکے نیچے سے پکار کر کہا اے مریم غمگین نہ ہو تیرے بائیں اور اس ٹیلے کے نشیبی حصہ میں تیرے پروردگار نے ایک چشمہ اور نہر جاری کر رہا ہے ٭ یعنی حضرت مریمؑ زمین کے ایک بالائی حصہ میں بیٹھی تھیں فرشتہ سامنے نہیں آیا بلکہ نشیب اور زیریں حصہ سے پکار کر کہا کہ غمگین نہ ہو غمگین اور پریشان ہونیکی کوئی وجہ نہیں آپکے نشیبی اور بائیں حصے میں آپکے پروردگار نے نہر جاری کردی ہے یعنی ایک چشمہ پھوٹ نکلا ہے یہ پانی پینے اور نہانے کے کام آئیگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ آواز دی فرشتہ نے اور زمین میں ایک چشمہ پھوٹ نکلا ۱۲ خلاصہ یہ کہ حضرت جبرئیلؑ اگرچہ سامنے نہیں آئے لیکن حضرت مریمؑ نے اُنکی آواز پہچان لی ہوگی (۲۴)

وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَٰقِطْ عَلَيْكِ

اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا اس ہلانے سے تجھ پر

رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَٱشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا

تروتازہ کھجوریں گر پڑیں گی سو تو کھجوریں کھا اور چشمہ کا پانی پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ

فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ ٱلْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِيٓ إِنِّي نَذَرْتُ

پھر اگر آدمیوں میں سے تو کسی کو دیکھے تو اشارہ سے کہہ دیجیو کہ میں نے رحمان

لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ ٱلْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾

کے لئے روزہ کی منت مان رکھی ہے لہذا میں آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی۔

فَأَتَتْ بِهِۦ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُۥ ۖ قَالُوا۟ يَٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ

پھر مریم اس لڑکے کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائی لوگوں نے کہا اے مریم تو نے تو

شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَٰٓأُخْتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ

بہت ہی بُرا کام کیا۔ اے ہارونؑ کی بہن نہ تو تیرا باپ کوئی

ٱمْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ

بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی یعنی نیکوں کی اولاد ہو کر یہ حرکت۔ اس پر مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ

قَالُوا۟ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِى ٱلْمَهْدِ صَبِيًّا ○

کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے بھلا ہم اس سے کس طرح بات کر سکتے ہیں جو ابھی گود کا بچہ ہے

اور اے مریمؓ اس سوکھی ہوئی کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا اور اسکو حرکت دے اس حرکت دینے اور ہلانے سے تجھ پر تر و تازہ اور پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی (۲۵) اے مریمؓ تو یہ کھجوریں کھا اور اس چشمہ کا پانی پیتی رہ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ پھر اگر تم آدمیوں سے کسی آدمی کو دیکھو تو اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے تو آج رحمان کیلئے خاموشی کے روزے کی منت مان لی ہے لہٰذا میں آج کسی انسان سے کلام نہیں کرونگی اور کوئی بات کسی سے نہیں کروں گی ✻ یعنی کھانے پینے کا بھی انتظام کر دیا گیا۔ آنکھیں ٹھنڈی کرنیکا مطلب یہ ہے کہ بچہ کو دیکھکر آنکھیں ٹھنڈی کر۔ بدنامی کا یہ علاج بتایا کہ کوئی آدمی آئے یا کوئی اعتراض کرے تو تم جواب نہ دینا تم تو صرف اتنا اشارہ کر دینا کہ میں نے خاموشی کے روزے کی نذر کر رکھی ہے میں تو کسی آدمی سے بولوں گی نہیں۔ اس قسم کا روزہ اُن کی شریعت میں رکھنا جائز تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اُن کے دین میں یہ منت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے ہمارے دین میں یہ منت درست نہیں ۱۲ (۲۶) پھر حضرت مریمؓ اس مولود مسعود کو گود میں اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں تو قوم کے لوگوں نے کہا اے مریمؓ یہ تو تو نے بہت ہی برا کام کیا ✻ یعنی شادی ہوئی نہیں اور بچہ ہو گیا۔ یہ تو بڑے طوفان اور غضب کی بات ہوئی (۲۷) اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی ✻ یعنی ہارون جو تیرے رشتہ کے بھائی ہیں اور ان کا نام حضرت ہارونؑ نبی کے نام پر رکھا گیا تھا تو ایسے بھلے آدمی کی بہن ہے پھر تیرا باپ بھی برا آدمی نہ تھا اور تیری ماں بھی بدکار نہ تھی ایسے نیک اور بھلے آدمیوں کی اولاد ہو کر تیری یہ حرکت بہت ہی قابل افسوس ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بہن ہارونؑ کی یعنی نبی ہارونؑ کی بہن دادے کا نام بولتے ہیں قوم کو جیسے عاد اور ثمود یہ تھیں حضرت ہارونؑ کی اولاد میں ۱۲ غرض یا تو ہارون ان کے کسی بھائی کا نام تھا یا حضرت ہارونؑ کے خاندان سے ہوں گی۔ اور حضرت ہارونؑ نبی انکے مورث اعلیٰ ہونگے۔ بہرحال حضرت مریمؓ نے یہ تمام طعن و تشنیع کے بعد کوئی جواب نہیں دیا بلکہ بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ ان سب باتوں کا جواب یہ دیگا کیونکہ میں تو روزے سے ہوں (۲۸) اسپر حضرت مریمؓ نے اس مولود مسعود کی جانب اشارہ کیا کہ اسی سے بات کرو یہ جواب دیگا۔ قوم کے لوگ کہنے لگے بھلا ہم اس بچے سے کس طرح کلام کر سکتے ہیں جو ابھی گود کا بچہ ہے اور ماں کی گود اُسکا گہوارہ ہے ✻ یعنی ایسے بچہ سے بات کرنے کو کہہ رہی ہے جو شیر خوار بچہ ہے اور ماں کی گود میں ہے (۲۹) ◆

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾

اتنے میں وہ گود کا لڑکا بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُسنے مجھکو کتاب دی ہے اور اسنے مجھکو نبی بنایا ہے

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ

اور میں جہاں کہیں بھی ہوں مجھ کو خدا نے بابرکت کیا ہے جب تک میں زندہ رہوں اس نے

وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ

مجھکو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اپنی ماں کا مجھکو اسنے خدمت گذار بنایا اور

يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ

اس نے مجھکو سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر خدا کی جانب سے سلامتی ہے جس دن

وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ

میں پیدا ہوا اور جسدن میں مروں گا اور جسدن مجھے زندہ کرکے دوبارا اٹھایا جاونگا۔ یہ جس کا ذکر ہوا

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ

یہی عیسیٰ بن مریم ہے میں اس کی صحیح حقیقت بیان کررہا ہوں جس میں یہ لوگ

يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ

اختلاف کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے یہ شایاں نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنالے وہ تمام عیوب سے پاک ہے

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾

جب وہ کسی کام کے سرانجام کا ارادہ کرتا ہے تو بس اسکو اتنا کہدیتا ہے کہ ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے

اتنی دیر میں اُس لڑکے نے ماں کا دودھ چھوڑ اور بولنا شروع کردیا اور کہنے لگا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اُس نے مجھکو کتاب عطا کی ہے اور اُسی نے مجھکو نبی بنایا ہے ※ پہلی بات میں اپنے بندے ہونیکا اعتراف کیا پھر کتاب ملنے کی خبر دی پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا اور بالکل یقین کی بناء پر مستقبل کی خبر ماضی کے صیغوں کیساتھ دی (۳۰) اور میں جہاں کہیں بھی ہوں مجھکو اسی اللہ تعالیٰ نے برکت والا بنایا ہے اور اُسی نے مجھکو جب تک میں زندہ ہوں مجھکو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے ※ یعنی برکت والا یہ برکت تبلیغ کی ہوگی کہ میں جس حالت میں بھی ہوں اُسکے دین کی تبلیغ کرتا رہوں گا یا عام برکت مراد ہوگی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے۔ اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جب تک میں مکلف زندگی یعنی دنیوی زندگی کے ساتھ مقید ہوں اور اگر کوئی اور صورت پیش آجائے اور یہ دنیوی زندگی کسی اور زندگی میں تبدیل ہوجائے تو اس کے احکام دوسرے ہونگے اور وہاں کی نماز اور زکوٰۃ کسی اور طرح کی ہوگی (۳۱) اور اُس نے مجھکو میری ماں کا خدمت گذار بنایا اور اُس نے مجھکو سرکش بدبخت نہیں بنایا ※ ماں کا خدمت گذار بنایا باپ کا نام نہیں لیا اسلئے کہ اُنکا کوئی باپ نہ تھا وہ محض کلمۂ کن کا ظہور تھے نہ بدبخت کیا نہ سرکش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تحمل اور اُنکی نرمی ضرب المثل ہے۔ اور اُنکی طاقت برداشت سے ہر شخص واقف ہے (۳۲) اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس روز میں مرونگا اور جس دن دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جاؤنگا ※ یعنی مجھکو سلامتی کا پیغام دیا گیا ہے خواہ وہ پیدا ہونیکا دن ہو یا قیامت کے قریب مرنے کا دن ہو یا قیامت کو مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا دن ہو (۳۳) جسکا ذکر ہوا یہی تو عیسیٰ بن مریم ہے۔ میں سچی بات کہہ رہا ہوں اور میں اسکی صحیح حقیقت بیان کررہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں ※ یعنی افراط کرنیوالے جیسے نصاریٰ اور تفریط کرنے والے جیسے یہود نصاریٰ ایک بندۂ خدا کو خدا کا شریک بناتے ہیں اور یہود اسکی تنقیص کرتے ہیں اور اُسکو نبوت کے درجے سے گراتے ہیں۔ العیاذ باللہ (۳۴) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے اور کسی کو بیٹا بنائے وہ جملہ عیوب سے پاک اور بالکل منزہ ہے جب وہ کسی کام کے سرانجام کا ارادہ کرتا ہے اور جب وہ کسی کام کا کرنا ٹھیرا لیتا ہے تو بس اس کو اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہوجا بس وہ ہوجاتا ہے ※ یعنی صرف ارادہ کا تعلق شی کے وجود کو مستلزم ہے (۳۵) ◊

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ

اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو یہی

مُسْتَقِيمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

سیدھا راستہ ہے ۔ پھر اہل کتاب کے فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾

سو جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کیلئے ایک بڑے ہولناک دن کے پیش آنے سے سخت تباہی ہے

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ

جس دن یہ لوگ ہمارے پاس آئینگے اس دن یہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے لیکن

الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۳۸﴾ وَأَنْذِرْهُمْ

آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اور

يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي

اے پیغمبر آپ ان لوگوں کو پشیمانی کے دن سے ڈرا دیجئے جب کام کا آخری فیصلہ کر دیا جائیگا اور ان لوگوں کی حالت

غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

یہ ہے کہ وہ غفلت میں مبتلا ہیں اور ایمان نہیں لاتے ۔ یقیناً تمام زمین کے

الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ ع

اور زمین کے اوپر بسنے والوں کے ہم ہی وارث ہوں گے اور یہ سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائینگے

۳ ع ۲۵ ۵

اور بلا شبہ اللہ تعالٰے میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ لہٰذا اسی کی بندگی اور عبادت کیا کرو یہی سیدھا راستہ ہے ٭ یعنی توحید دین کا سیدھا راستہ ہے۔ یہ رسول کو فرمایا کہ منکرین دین حق سے یہ بات کہو عبادت و کرنیکا مطلب یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کرو اور کسی کو اسکی عبادت میں شریک نہ کرو (۳۶) پھر اہل کتاب کے فرقوں نے آپس میں اختلاف ڈال لیا ایس جو لوگ کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں ان کیلئے ایک بڑے دن کے آنے سے سخت تباہی اور خرابی ہے ٭ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اہل کتاب کے فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا کوئی انکو خدا کا بیٹا کہنے لگا کوئی اقانیم ثلاثہ کا قائل ہوا کسی نے انکی نبوت کا انکار کیا اور انکو ملعون و مردود قرار دیا۔ یوم عظیم قیامت کے دن کو فرمایا کیونکہ اس کی ہولناکی اور اس کی سختی کے باعث وہ دن بڑا ہوگا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خطاب عام ہو اور یہ مطلب ہو کہ خدا کی عبادت میں لوگوں نے اختلاف ڈال لیا اور کفر و شرک کے مرتکب ہو گئے تو ایسے سب لوگوں کیلئے قیامت کے دن میں بڑی خرابی اور تباہی ہوگی (۳۷) جسدن یہ لوگ ہمارے پاس آئیں گے یعنی سزا اور حساب کتاب کی غرض سے اُس دن کیسے دیکھنے والے اور کیسے کچھ سننے والے ہونگے لیکن آج یہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ٭ یعنی قیامت کے دن خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے کیونکہ وہ سب باتیں جو پیغمبر فرماتے تھے سامنے آجائیں گی مگر آج یہ بدبخت ظالم صریح گمراہی میں مبتلا ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں (۳۸) اور اے پیغمبر انکو حسرت و پشیمانی سے ڈرا دیجیے جب کام کا آخری فیصلہ ہو جائیگا اور ان کا حال یہ ہے کہ یہ غفلت میں مبتلا ہیں اور یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ٭ یعنی جس دن ہر ایک کا آخری فیصلہ ہو جائیگا اُسدن دوزخیوں کو انتہائی حسرت و ندامت ہوگی اور جبکہ موت کے آنے کی بھی توقع نہ رہے اسی لئے اسدن کو یوم حسرت فرمایا۔ غرض اُس حسرت و یاس کے دن یعنی قیامت سے ڈرایئے جبکہ اہل جہنم کا آخری فیصلہ کر دیا جائے۔ یہ اسوقت غفلت میں اور بے خبری میں مبتلا ہیں اور ایمان نہیں لاتے (۳۹) اور بلا شبہ تمام زمین اور زمین کے اوپر رہنے بسنے والوں کے ہم ہی وارث اور مالک ہیں اور سب ہماری طرف لوٹائے جائینگے ٭ یعنی آج ایمان نہیں لاتے لیکن ایک دن یہ سب مرینگے اور وہی باقی رہ جائیگا اسلئے تمام زمین کا وارث اور مالک وہی ہے اور سب کا مرجع اور بازگشت اُسی کی طرف ہے نہ کسی کا مُلک رہیگا نہ کسی کی مِلک باقی رہیگی۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں جب تک حشر کا دن ہے دوزخ سے مسلمان نکل نکل بہشت میں جاوینگے تب تک کافر بھی توقع میں ہونگے پھر موت کو مینڈھے کی صورت لاکر دوزخ بہشت کے بیچ سب کو دکھا کر ذبح کرینگے اور پکار دینگے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں رہ پڑے ہمیشہ کو وہ دن ہے کہ کافر نا امید ہونگے ۱۲ (۴۰)

ع ۲۵ ۵

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ

اور اے پیغمبر آپ اس کتاب یعنی قرآن میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجیے بے شک وہ ابراہیمؑ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

بڑا سچا اور نبی تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا

يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا

اے میرے باپ تو اس چیز کی کیوں عبادت کرتا ہے جو نہ کچھ سنتی ہے نہ

يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ

دیکھتی ہے اور نہ وہ تیرے کچھ کام آ سکتی ہے۔ اے میرے باپ بلاشبہ مجھکو

قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ

وہ علم عطا ہوا ہے جو تجھ کو نہیں دیا گیا

فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ

سو تو میری پیروی کر میں تجھ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ

لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

تو شیطان کی عبادت نہ کر کیوں کہ شیطان

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾

تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔

اور اے پیغمبر اس قرآن میں حضرت ابراہیم کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ بڑا سچا اور نبی تھا ⁂
یعنی توحید و رسالت کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی واقعہ بیان کیجئے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی تمام قوموں میں مسلم تھی۔ کفار مکہ تو آپ کی اولاد ہی میں تھے۔ اہل کتاب بھی آپ کی عظمت اور بزرگی کے قائل تھے اس لئے توحید اور رسالت کے بارے میں اُن کے واقعہ کو بڑا دخل ہے اور چونکہ صدیقیت کو نبوت مستلزم نہیں جیسے حضرت مریمؑ کو فرمایا وامہ صدیقہ لیکن سب جانتے ہیں کہ حضرت مریمؑ نبیہ نہیں تھیں اس لئے یہ ضروری نہیں کہ جو صدیق ہو وہ نبی بھی ہو۔ حضرت ابراہیمؑ صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ اور حدیث ثلاث کذبات اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ وہاں کذبات کے وہ معنی نہیں ہیں جو بظاہر سمجھے جاتے ہیں (۴۱) واقعۂ ابراہیمی میں وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ تو ایسی چیز کی عبادت اور بندگی کیوں کرتا ہے جو نہ سن سکتی ہے اور نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ وہ تیرے کچھ کام آسکتی ہے ⁂ یعنی نہ سننے کی طاقت نہ دیکھنے کی قوت اور نہ برے وقت کام آنے کی صلاحیت تو اللہ رب العزت کی موجودگی میں اگر یہ چیزیں کچھ نافع ہوتیں تب بھی قابل پرستش نہ تھیں چہ جائیکہ جب ان میں کسی قسم کی صلاحیت اور اہلیت بھی نہ ہو تو ان مورتیوں کا پوجنا سوائے حماقت کے اور کیا ہے (۴۲) اے میرے باپ بلاشبہ میرے پاس وہ علم پہنچا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا اور تجھ کو نہیں دیا گیا لہٰذا تو میری اتباع اور پیروی کر اور میرے کہنے پر چل میں سیدھی راہ کی طرف تیری رہنمائی کروں گا اور میں تجھ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا ⁂ یعنی میری معلومات کا ذریعہ وحی الٰہی ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں اور تو اللہ تعالےٰ کی وحی سے محروم ہے لہٰذا تو میرا کہا مان تاکہ تو صحیح راہ پا سکے اور غلط اور گمراہی کی راہ سے بچ جائے (۴۳) اے میرے باپ تو شیطان کی عبادت اور پرستش نہ کر کیونکہ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے ⁂ بتوں کے پجاری شیطان کے پجاری ہیں جو شیطان کی بات اور اُس کے کہنے کو تو مانتے ہیں اور خدا کے احکام کو پس پشت ڈالدیتے ہیں (۴۴) +

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ

اے میرے باپ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو تجھ کو رحمٰن

عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ

کی طرف سے کوئی عذاب آپکڑے اور تو شیطان کا ساتھی

وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ

بن جائے ۔ یہ سن کر ابراہیمؑ کے باپ نے جواب دیا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

پھرا ہوا ہے اگر تو اس حرکت سے باز نہیں آیا تو یقیناً میں تجھکو سنگسار کردوں گا

وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ

اور تو ہمیشہ کے لئے میرے سامنے سے دور ہو جا ۔ ابراہیمؑ نے کہا اچھا تجھ پر

عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ

میرا سلام ہو ۔ میں باوجود اسکے بھی اپنے رب سے تیرے لئے بخشش یعنی ہدایت طلب کروں گا بے شک

كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ۔

اے میرے باپ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں
تجھکو رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپکڑے اور تو شیطان کا ہمیشہ کیلئے ساتھی ہو جائے
یعنی کفر پر قائم رہے اور عذاب نازل ہونے کے وقت خواہ وہ عذاب دنیوی ہو یا آخرت کا
عذاب ہو تو شیطان کا ہمیشہ کے لئے ساتھی بن جائے اور جو حشر اُس کا ہو وہی تیرا ہو حضرت
شاہ صاحب رح فرماتے ہیں یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آوے اور تو مدد مانگنے لگے شیطان
سے یعنی بتوں سے اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں ۱۲ (۴۵) یہ تمام باتیں سن کر حضرت
ابراہیم ع کے باپ نے جواب دیا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اور کیا
تو میرے معبودوں سے روگردانی کرنے والا ہے۔ اگر تو اپنی اس حرکت اور اپنے ان خیالات
فاسدہ سے باز نہ آیا تو یقیناً میں تجھ کو سنگسار کر دوں اور پتھر مارتے مارتے تجھ کو مار ڈالوں گا۔
پس تو باز آجا اور مجھ کو ایک طویل مدت یعنی ہمیشہ کیلئے چھوڑ دے اور تو ہمیشہ کیلئے میرے
سامنے سے دور ہو جا ٭ یعنی ابراہیم کا باپ جو اپنے شرک میں غالی اور سخت تھا بجائے
ابراہیم ع کی بات ماننے کے اُلٹا حضرت ابراہیم کو ڈانٹنے لگا اور اسکو قتل کی دھمکی دینے لگا۔
اور اُس نے کہا مجھ کو کچھ کہنے سننے سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو جا۔ حضرت ابراہیم ع نے جب
اُس کی یہ حالت دیکھی تو کنارہ کشی کو اختیار کیا (۴۶) حضرت ابراہیم ع نے فرمایا اچھا
تجھ پر میرا سلام ہو اور میرا سلام لو میں جاتا ہوں لیکن میں تیرے لئے بخشش کی دعا کرتا
رہوں گا اور تیرے لئے اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرتا رہوں گا بلاشبہ وہ مجھ پر
بڑا مہربان ہے ٭ یعنی حضرت ابراہیم ع نے یہ متارکت کا سلام کیا جیسے عام محاورہ ہے کہ تم نہیں
مانتے تو اچھا میرا سلام۔ سورۂ قصص میں آئیگا۔ سلام علیکم لا نبتغی الجاہلین
پس یہ سلام بھی اعتزال اور مفارقت کا سلام ہے۔ استغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب تک مجھکو
حضرت حق کی جانب سے کوئی ممانعت نہ ہوگی میں تیرے لئے استغفار کرتا رہونگا اور اگر ہدایت کی
دعا مراد ہو جو بخشش کا سبب ہے تو پھر بات صاف ہے۔ مزید تفصیل کیلئے سورۂ توبہ کی تفسیر ملاحظہ
کرنی چاہیئے حضرت شاہ صاحب رح فرماتے ہیں تیری سلامتی رہے یہ رخصت کا سلام ہے معلوم ہوا اگر دین
کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالنے لگیں اور بیٹا باپ کو میٹھی بات کہکر نکل جائے تو عاق
نہیں اور گناہ بخشوانے کو انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا ۱۲ (۴۷)

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور میں تم سے اور ان سے جن کو تم خدا کے سوا پکارا کرتے ہو سب سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔

وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ

اور میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرکے

رَبِّي شَقِيًّا (۴۸) فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا

محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب ابراہیمؑ ان کافروں سے اور انکے ان بتوں سے جن کو

يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ

وہ خدا کے سوا پوجتے تھے کنارہ کش ہو گیا تو ہم نے اس کو

إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (۴۹)

اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کیا۔ اور ان دونوں میں سے ہمنے ہر ایک کو نبی بنایا۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے بہرہ مند کیا اور ہم نے ان کے

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۵۰) ع

ذکر جمیل کو بلند کیا۔

ع ۳

اور میں تم سے اور اُن معبودان باطلہ سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو ان سب سے میں بالکل کنارہ کش ہو جاتا ہوں اور میں تم سے علیحدہ ہو کر اپنے رب کی عبادت کیا کروں گا اور اسی کو پکاروں گا اور مجھ کو پوری اُمید ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کر کے محروم اور بدبخت نہیں رہوں گا ☆ یعنی دل سے تو علیحدہ ہی ہوں اب اپنے تمہارا اور بدن کو بھی تم سے جدا کر لیتا ہوں اور ہجرت کر کے چلا جاتا ہوں کیونکہ اب تم خدا کی عبادت میں بھی مزاحمت کرو گے اور مجھ کو یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کو پکار کر کے محروم نہ رہوں گا اور میری عبادت بے کار نہ جائے گی جیسا کہ معبودان باطلہ کے پجاری اپنے معبودوں کی حمایت اور مدد سے محروم ہیں (۴۸) پھر جب ابراہیمؑ اُن کافروں سے اور اُنکے اُن معبودان باطلہ سے علیحدہ ہو گیا جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے تو ہم نے اسکو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا فرمائے یعنی بیٹا بھی دیا اور پوتا بھی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو ہم نے نبی کیا اور دونوں کو نبوت عطا فرمائی ☆ یعنی جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ کیلئے ہجرت کر کے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہتر رفیق اور خدمت گار عطا فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت کی اپنوں سے دور پڑے اللہ نے اُن سے بہتر اپنے دیئے النسبت کو یہاں اسمٰعیلؑ کا ذکر نہ فرمایا کہ وہ اُن کے پاس نہ رہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اہل عرب کو متاثر کرنے والا تھا اور اسحاقؑ و یعقوبؑ کا ذکر اہل کتاب کیلئے کیا اور حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر آگے آتا ہے (۴۹) اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے حصہ عطا فرمایا اور ہم نے انکے ذکر جمیل کو بلند کیا اور ہم نے انکے سچے بول کو بالا کیا ☆ یعنی ہر ایک مختلف قسم کے کمالات سے نوازا یہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصہ ہے پھر اُنکے اخلاق اور اُنکے کردار اور اُن کی سچی باتوں کا بول بالا کیا کہ تمام اُمتیں ان پر رحمت بھیجتی ہیں اور اُن کے ذکر خیر کا احترام کرتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہمیشہ لوگ اُن کی تعریف کرتے رہے اور اُن پر رحمت بھیجتے ۱۲ جیسا کہ مسلمان درود پڑھتے ہیں اُن کا نام لیتے ہیں اور اُن پر رحمت بھیجتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ بلکہ مشرک بھی اُن کی تعریف و توصیف کرتے ہیں (۵۰)۔

ع ۱۰

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا

اور اے پیغمبر اس کتاب یعنی قرآن میں موسیٰؑ کا ذکر کیجئے بلا شبہ وہ خدا کا چیدہ بندہ تھا

وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ

اور وہ رسول بھی تھا اور نبی بھی تھا ۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو کوہ طور کی

جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾

دائیں جانب سے پکارا اور سرگوشی کرنے کو اسے اپنے سے قریب کیا ۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

اور ہم نے اپنی رحمت سے موسیٰؑ کے بھائی ہارون کو

نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ

نبی بنا کر موسیٰؑ کو دیا ۔ اور اے پیغمبر اس کتاب یعنی قرآن میں اسماعیلؑ کا بھی ذکر کیجئے

اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ

یقیناً وہ وعدہ کا بڑا سچا تھا اور وہ رسول بھی تھا اور

رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ

نبی بھی تھا ۔ اور وہ اپنے متعلقین کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم

وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کی بارگاہ میں پسندیدہ تھا ۔

اور اے پیغمبر اس قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کا چیدہ اور خاص بندہ تھا اور وہ رسول تھا نبی تھا ﷺ۔ رسول اور نبی کے سلسلہ میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جس کو اللہ سے وحی آوے وہ نبی ہے اور انہیں جو خاص ہیں امت رکھتے ہیں یا کتاب وے رسول ہیں ۱۲ بعض مقامات پر رسول کے فرستادوں کو بھی رسول فرمایا ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ کے خاص شاگرد جو انطاکیہ بھیجے گئے تھے اور بعض مقامات پر فرشتوں کو بھی رسول فرمایا ہے (۵۱) اور ہم نے موسیٰؑ کو طور کی داہنی جانب سے پکارا تھا اور سرگوشی کرنے اور بھید بتانے کو اسے اپنے سے قریب کیا ﷺ یعنی بھید بتانے کو اسے اپنا مقرب بنایا اور چونکہ موسیٰؑ سے جہاں ہم کلامی ہوئی وہ مقام طور کا حضرت موسیٰؑ کی داہنی جانب تھا۔ سرگوشی اور بھید اس لئے فرمایا کہ سوائے موسیٰؑ کے اسوقت اور کوئی شخص نہ تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ان سے کلام ہوا بیچ میں فرشتہ نہ تھا ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ طور انکی داہنی جانب تھا جب انکو پکارا گیا۔ ان سے سرگوشی کی گئی اسرار اور راز بتائے گئے اور انکو اپنے سے قریب کیا یعنی مقرب بنایا (۵۲) اور ہم نے اپنی رحمت سے انکے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا کر انکو دیا اور عطا کیا ﷺ یعنی انہوں نے درخواست کی کہ میری زبان میں لکنت ہے اسلئے ہارونؑ کو میری امداد کیلئے بھیجدیجئے حضرت حق جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول کی اور انکے بھائی ہارونؑ کو نبوت عطا فرما کر انکے ہمراہ کردیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی انکے ساتھ مدد گار رہے ۱۲ (۵۳)

ﷺ اور اے پیغمبر اس قرآن میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیجئے وہ وعدے کا بڑا سچا تھا اور رسول تھا نبی تھا یعنی اسماعیل کا جو ذکر ہم کر رہے ہیں اے پیغمبر وہ ان لوگوں کو پڑھکر سنایئے وعدے کا سچا فرمایا حضرت اسماعیلؑ کو یعنی اور اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ کے یہ وصف بہت نمایاں تھا کہ جو وعدہ فرماتے اسکو پورا کرتے رسول تھا یعنی ملت ابراہیمی کی تبلیغ کرتا تھا نبی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مہبط تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تو آوے میں اسی جگہ رہوں گا وہ ایک برس نہ آیا یہ وہاں ہی رہے ۱۲ (۵۴) اور وہ اپنے متعلقین کو خاص طور پر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا کرتا تھا اور اپنے رب کی بارگاہ میں بڑا پسندیدہ اور مقبول تھا ﷺ یعنی یوں تو عموماً تمام احکام کی بجا آوری کا حکم دیتے تھے اور خاص طور سے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمایا کرتے تھے یہ تاکید محض نماز اور زکوٰۃ کے اہتمام کی وجہ سے تھی بطور انحصار نہ تھی اور وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول تھا تھا اہل کا ترجمہ ہمنے متعلقین کیساتھ کیا ہے خواہ وہ انکے گھر والے ہوں یا انکی قوم ہو (۵۵)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ

اور اے پیغمبر اس کتاب یعنی قرآن میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے ۔

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾

بے شک وہ تھا راست باز نبی تھا ۔

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

اور ہم نے اس کو ایک بلند مقام پر پہنچا یا ۔
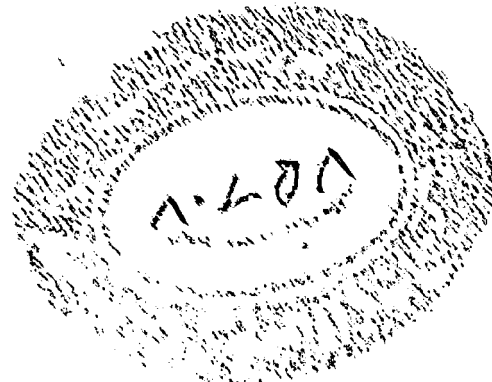
اور اے پیغمبر اس قرآن میں ادریسؑ کا ذکر بھی کیجئے بلا شبہ وہ بڑا سچا نبی تھا ٭

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد ہیں اور حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان پیغمبروں میں سے ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ دنیا میں حساب کا طریقہ اور قلم سے لکھنا ستاروں کی گردش نجوم کا حساب۔ درزی یعنی خیاطی کا کام ناپنے اور تولنے کے طریقے آلات حرب اور اسلحہ سازی یہ کام سب اُن سے چلے اور جاری ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب چوتھے آسمان پر اُن سے ملاقات کی سو وہ صدیق یعنی راست باز اور بڑا سچا تھا اور اس خوبی کے ساتھ نبی بھی تھا (۵۶) اور ہم نے اُس کو بلند مقام پر پہنچایا اور اُس کو مقام عالی پر اُٹھا لیا ٭ مکان اعلیٰ کے متعلق مختلف اقوال ہیں اکثر ان میں سے اسرائیلی ہیں جن پر علماء نے سخت تنقید کی ہے۔ خصوصًا ابن کثیر نے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ اُنکے درجات عالیہ اور مراتب علیا کا ذکر فرمایا ہے اور اس بلندی سے اُنکی معنوی بلندی مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں لکھا ہے کہ حضرت ادریسؑ پہلے تھے حضرت نوحؑ سے حساب ستاروں کی چال کا اور لکھنا اور سینا کہتے ہیں انہیں سے سیکھا خلق نے۔ ملک الموت اُن سے آشنا تھا ایک بار آزمانے کو اپنی جان بدن سے نکلوائی پھر ڈال دی اور بہشت کی سیر مانگی پھر وہاں رہ گئے اللہ کے حکم سے حضرت سے ملے تھے معراج کی رات آسمان پر اور بعضے کہتے ہیں حضرت الیاسؑ کا لقب ہے ادریسؑ اور تھے۔ بنی اسرائیل میں پیغمبر ہوئے تھے خضرؑ کی طرح وے بھی زندہ رہ گئے ہیں ۱۲ (۵۷) ٭

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

یہ لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا من جملہ

النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا

دوسرے انبیاء کے یہ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور ان کی نسل سے ہیں جنکو ہمنے نوحؑ

مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَ

کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے ہیں اور یہ سب انبیاء مذکورین

إِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا

ان لوگوں میں سے ہیں جن کی ہم نے رہنمائی کی تھی اور جن کو ہم نے منتخب کیا تھا۔

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا

ان حضرات کی باوجود اس مرتبے کے یہ حالت تھی کہ جب انکے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں

سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ (۵۸) فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ

السجدۃ ۵

تو یہ لوگ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ پھر ان حضرات مذکورین کے بعد بعض ایسے

خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا

ناخلف پیدا ہوئے کہ جنہوں نے نمازوں کو برباد کیا اور نفسانی خواہشات کی

الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۵۹)

پیروی کی تو ایسے لوگ عنقریب اپنی گمراہی کا پھل پائیں گے۔

یہ لوگ جن کا ذکر ہوا یعنی حضرت زکریاؑ سے لیکر حضرت ادریسؑ تک وہ لوگ ہیں جن پر منجملہ دیگر انبیاء کے اللہ تعالےٰ نے اپنا فضل و انعام فرمایا یہ سب مذکورین آدمؑ کی نسل سے تھے اور کچھ انمیں سے اُن لوگوں کی نسل سے تھے جنکو ہمنے نوحؑ کیساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور کچھ انمیں سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسرائیل یعنی یعقوبؑ کی ذریت اور نسل سے تھے یہ سب حضرات اُن لوگوں میں سے تھے جنکی ہمنے رہنمائی فرمائی تھی اور جن کو ہمنے منتخب فرمایا تھا اور جنکو مقبولیت کیلئے چن لیا تھا ان حضرات کا حال باوجود اس بزرگی اور مقبولیت کے یہ تھا کہ جب انکے سامنے رحمان کی آتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو یہ حضرات روتے اور سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے تھے ٭ یعنی شروع سورت سے لیکر حضرت ادریسؑ تک جن پیغمبروں کا ذکر ہوا یہ منجملہ دیگر پیغمبروں کے وہ حضرات ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے اپنا انعام یعنی نبوت عطا فرمائی تھی یہ آدمؑ کی ذریت تھے یعنی نسل آدم میں سب کی شرکت ہے اور حضرت ادریسؑ کے علاوہ بعض اُن لوگوں کی اولاد سے ہیں جنکو ہمنے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اس میں حضرت ادریسؑ کے علاوہ سب شریک ہیں اور بعضے انمیں سے حضرت یعقوبؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں یہ سب اُن لوگوں میں سے ہیں جنکو ہمنے ہدایت عطا فرمائی تھی اور جنکو نبوت اور قبولیت کیلئے منتخب فرمایا تھا۔ اور ان تمام مراتب عالیہ کے باوجود انکی حالت یہ تھی کہ جب انکے روبرو رحمان کی آئتیں تلاوت کیجاتی تھیں تو یہ روتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گر پڑتے تھے یعنی انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اپنی عاجزی اور بندگی کا اظہار کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام سام بن نوحؑ کی اولاد میں ہیں باقی حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ۔ زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ یہ سب حضرت یعقوبؑ کی اولاد سے ہیں (۵۸) پھر ان حضرات مذکورین کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی اور ناجائز خواہشات کی پیروی کی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے ہو لئے تو ایسے لوگ عنقریب اپنی گمراہی کو دیکھ لینگے اور اپنی گمراہی سے ملاقی ہونگے ٭ نماز کا ضائع کرنا یہ کہ نماز چھوڑ دی۔ یا بے وقت پڑھی۔ یا جماعت ترک کردی۔ یا نماز کے ضروری آداب اور خشوع و خضوع ترک کردیا۔ ناجائز خواہشات وہ خواہشیں جو اطاعت الٰہی سے روکنے والی ہوں غی ایک دوزخ کی وادی ہے یا تو وہ مراد ہے یا یہ کہ انکی گمراہی اور بے راہ روی سامنے آئیگی اور دوزخ میں داخل ہونگے خواہ دوزخ کا داخلہ ابدی نہ ہو اور اگر نماز کی فرضیت کا اعتقاد ہی نہ ہو تو ابدی ہو یہ اُن ناخلف لوگوں کی سزا کا بیان تھا آگے انکو مستثنیٰ فرمایا جنہوں نے اپنی اصلاح کرلی (۵۹) ٭

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

مگر ہاں ان میں سے جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کرتا رہا

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ

تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ

شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ

کیجائیگی ۔ یہ جنت وہ دائمی باغات ہیں جنکا رحمان نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے حالانکہ

عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ

بندوں نے ان کو دیکھا بھی نہیں ۔ بلا شبہ خدا نے جس کا وعدہ کیا ہے

مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا

وہ ضرور آنے والا ہے ۔ یہ لوگ اس جنت میں سوائے سلام کے اور کوئی

إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً

لغو و بیہودہ بات نہیں سنیں گے اور ان کو ان کی روزی اس جنت میں

وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ

صبح و شام ملا کریگی ۔ یہی وہ جنت ہے جسکا ہم اپنے بندوں میں سے اس شخص کو وارث

مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

و مالک بنائیں گے جو بندہ پرہیزگار ہوگا

مگر ہاں جس نے معصیت سے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کرنے لگا تو ایسے
لوگ جنت میں ہوں گے اور ان کو ذرا سا نقصان بھی نہ پہنچے گا ٭ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ ناخلف
لوگ جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور ناجائز شہوات کی پیروی کی تائب ہو جائیں اور ایمان لے
آئیں اور نیک اعمال کی پابندی کرنے لگیں تو یہ اپنی گمراہی کا پھل پانے والوں سے مستثنیٰ ہونگے۔
اور یہ لوگ جنتی ہوں گے اور جزا دیتے وقت ان کا نقصان اور کوئی حق تلفی نہ ہوگی (۶۰)۔
وہ جس میں داخل ہونگے وہ دائمی اور ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کا رحمان نے اپنے
بندوں سے بن دیکھے اور غائبانہ وعدہ کیا ہے بلا شبہ اللہ تعالےٰ کے وعدے پورے
ہو پہنچا ٭ غیب پر ایمان لانے کا صلہ یہ ملا کہ اللہ تعالےٰ نے ان دیکھی جنت کا وعدہ فرما لیا اور
اللہ تعالےٰ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا ہے بندے اسکو ضرور پہنچیں گے اور ضرور حاصل کر کے
رہیں گے۔ ماتیا کا ترجمہ ہم نے دونوں طرح کر دیا ہے (۶۱) یہ جنتی لوگ اس جنت میں کوئی لغو
اور فضول بات نہیں سنیں گے مگر سلام کی آواز اور ان لوگوں کو انکی روزی صبح اور شام ملا کریگی ٭
یعنی وہاں سوائے سلام کے اور کوئی لغو اور بیہودہ بات یا بک بک نہیں ہوگی یہ سلام یا تو فرشتے
کرینگے اور یا آپس میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہونگے۔ صبح شام کا یہ مطلب کہ بقدار صبح و
شام یعنی اندازے سے ورنہ وہاں یہ دنیا کی صبح و شام کہاں اور جہاں نور ہی نور ہو وہاں تاریکی
کہاں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بک بک نہ سنیں گے سلام علیک کی آواز بلند
سنیں گے ۱۲ (۶۲) یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس شخص کو وارث
اور مالک بنائیں گے جو بندہ خدا سے ڈرنے والا ہوگا ٭ یعنی متقی اور پرہیزگار بندے
اس جنت کے مالک ہوں گے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچتا ہو اور مشرک نہ ہو۔
حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ میراث آدمؑ کی کہ اول آن کو بہشت ملی ہے ۱۲ خلاصہ یہ
کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت عطا ہوئی تھی لہٰذا آدمؑ کی وہی اولاد ان کی میراث پائیگی
جو ان کی ہم مشرب اور ہم عقیدہ ہوگی (۶۳) ٭

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ج

اور ہم یعنی فرشتے آپ کے رب کے حکم کے بغیر دنیا میں نہیں اتر سکتے اور جو

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا

زمان و مکان ہمارے آگے اور جو ہمارے پیچھے ہے

وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ج وَمَا كَانَ

اور جو ان دونوں کے درمیان ہے سب اسی کی ملک ہے اور آپ کا

رَبُّكَ نَسِيًّا ۝۶۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

رب بھولنے والا نہیں ہے ۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا رب

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ

ہے اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس کا بھی رب ہے سو آپ اسی کی عبادت کیجیے

وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط هَلْ تَعْلَمُ

اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہیے ۔ بھلا آپ کے علم میں

لَهٗ سَمِيًّا ۝۶۵ ع

اس کا ہم صفت کوئی اور بھی ہے ؟

اور ہم آپکے پروردگار کے حکم دیئے بدون نہیں اُتر سکتے جو زمان و مکان ہمارے آگے ہے اور جو زمان و مکان ہمارے پیچھے ہے اور جو ان دونوں کے مابین ہے سب اسی کی ملک ہے یعنی جملہ مکان و زمان میں اُسی کی فرماں روائی ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے ٭ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے بار بار آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا حضرت جبریلؑ کی طرف سے اللہ تعالےٰ نے جواب فرمایا اور ایک ضابطہ فرمادیا کہ یہ فرشتے اپنے اختیار سے نہیں آتے جاتے بلکہ آپ کے پروردگار کے حکم سے اُترتے چڑھتے ہیں اسلئے آپکی اس خواہش کو بغیر ہمارے حکم کے نہیں پورا کرسکتے ۔ آگے کا مکان جو منہ کے سامنے ہو پیچھے کا مکان جو پس پشت ہو اور مابین سے وہ مقام جہاں وہ شخص موجود ہو آگے کا زمان مستقبل ۔ پیچھے کا ماضی اور مابین سے مراد حال بغرض ہر قسم کے مکان و زمان اور ہر ایک مکانی و زمانی اُسی کے زیر تصرف اور اُسی کی ملک ہیں ۔ اور آپکا پروردگار بھولنے والا نہیں ۔ جیسا کہ اے پیغمبر آپ کو معلوم ہے کہ وہ نسیان سے پاک ہے ۔ جبریلؑ اور اُنکے ہمراہی فرشتوں کا تاخیر سے آنا اسکا سبب نسیان نہیں بلکہ اُسکی مشیت اور اُسکے حکم پر موقوف ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک بار جبریلؑ گئے اور دیر سے آئے جب آئے حضرت نے کہا تم ہر روز کیوں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے یہ کلام سکھایا جبریلؑ کو کہ جواب یوں کہو کلام ہے اللہ کا جبریلؑ کی طرف سے جیسا ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم کو سکھایا اور ہمارے آگے پیچھے کہا آسمان و زمین اترتے ہوئے زمین آگے آسمان پیچھے چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے ۱۲ غرض یہ ہے کہ جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے مطیع و فرماں بردار ہیں اسی طرح انسان کو بھی فرماں بردار ہونا چاہیئے تاکہ متقی بنکر جنت کا وارث ہوسکے (۶۴) وہ تمام آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اُسکا پروردگار بھی وہی ہے پس تو اُسکی عبادت اور اطاعت کیا کر اور اسکی عبادت پر قائم اور ثابت قدم رہ ۔ بھلا آپکے علم میں اُسکا ہم صفت اور ہمنام کوئی اور بھی ہے ٭ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ہوسکتا ہے کہ خطاب عام ہو اور ہر مخاطب مراد ہو ۔ بہرحال وہی ہر چیز کا مالک ہے صرف اُسی کی عبادت کر اور اُسی کی عبادت و بندگی پر قائم رہ کسی کے کہنے سننے اور اعتراض کرنیکا خیال نہ کرو اور برداشت کرو بھلا تم کسی اور کو بھی اُسکا ہم صفت جانتے ہو جب ان صفات کا کوئی دوسرا مالک ہی نہیں تو عبادت کا بھی اُس کے سوا کوئی مستحق نہیں ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ کے نام سب اُسکی صفت ہیں یعنے کوئی ہے اس صفت کا ۱۲ (۶۵) ٭

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ

اور انسان یوں کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا

لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ

تو کیا واقعی پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا۔ کیا انسان یہ بات یاد نہیں کرتا

أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۷﴾

کہ ہم اس سے قبل اس کو عدم سے وجود میں لا چکے ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ

سو اے پیغمبر قسم ہے آپ کے رب کی ہم انکو زندہ کر کے جمع کرینگے اور انکے ساتھ شیاطین کو بھی

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ج

پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد اگرد اس حالت سے لا حاضر کرینگے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے۔

ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ

پھر ہم ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو ان میں

أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ج ثُمَّ لَنَحْنُ

سب سے زیادہ رحمان سے سرکشی کیا کرتے تھے۔ اور ہم ایسے لوگوں کو

أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

اب منکرین قیامت اور منکرین بعث کے بعض شبہات کا جواب فرماتے ہیں - اور
انسان یوں کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا واقعی دوبارا زندہ کر کے پھر زمین سے نکالا
جاؤں گا ٭ یہ شبہ وہ لوگ کرتے تھے جو دوبارا زندہ ہونے کے منکر تھے آسمانی مذاہب میں یہ
مسئلہ نہایت اہم ہے اور اسی عقیدے پر اسلام کا مدار ہے (۶۶) کیا انسان اتنی بات نہیں
سمجھتا اور یہ بات یاد نہیں کرتا کہ ہم اب سے پہلے اس کو عدم سے موجود کر چکے ہیں حالانکہ
یہ اسوقت کچھ بھی نہیں تھا ٭ یعنی ایسے انسان کی سمجھ میں اتنی موٹی بات نہیں آتی کہ یہ
پیدا ہونے سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اس نے اسکو عدم سے وجود بخشا نیست سے ہست کیا
اس سے پیشتر اس کا کوئی نام لینے والا نہ تھا اب اس کے مرنے کے بعد دوبارا پیدا کر لینا
کیا مشکل ہے بلکہ ابتدائی ساخت کے مقابلہ میں دوبارا بنانا کچھ سہل ہی ہو سکتا ہے (۶۷) -
سو اے پیغمبر قسم ہے آپکے پروردگار کی ہم ان سب کو زندہ کر کے جمع کرینگے اور شیاطین
کو بھی ان کے ساتھ جمع کرینگے پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد اگرد اس حالت سے حاضر
کریں گے کہ وہ مارے ہیبت کے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے ٭ یعنی حشر کے
موقف میں سب کو دوبارا زندہ کر کے جمع کرینگے اور ان شیاطین کو بھی جمع کریں گے جن کے
بہکانے میں آکر ان لوگوں نے گمراہی اختیار کی تھی پھر ان سب ملزمین کو دوزخ کے چاروں طرف
اور جہنم کے آس پاس اسطرح حاضر کرینگے کہ وہ مارے ہیبت کے گھٹنوں کے بل گر پڑینگے -
حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں مارے دہشت کے کھڑے گر پڑینگے اور چین سے بیٹھ نہ سکیں گے
یہی ہے گھٹنوں پر گرنا ۱۲ (۶۸) پھر ہم ہر گروہ میں ان لوگوں کو کھینچ کر جدا کر لیں گے جو ان میں سے
زیادہ رحمان سے سرکشی کیا کرتے تھے اور جو رحمان کے مقابلہ میں اکڑ رکھنے میں سخت تھے ٭
یعنی دین حق کے منکروں میں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا مجوس اور بت پرست ان تمام
گروہوں میں سے ان لوگوں کو علیحدہ کر لیا جائیگا جو دین حق کی مخالفت میں زیادہ سرگرم تھے اور
رحمان سے اکڑ رکھنے میں زیادہ سخت تھے (۶۹) اور ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں اور ان سے بھی طرح
واقف ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ مستحق ہیں ٭ یعنی دوزخ میں ڈالنے کو سب ہی جائینگے
یہ جدا کرنا کسی خاص تحقیق کیلئے نہیں ہوگا کیونکہ ان اشقیا کو تو وہ خوب جانتا ہی ہے بلکہ یہ چھٹائی
اسلئے کی جائیگی کہ پہلے جہنم میں ان سرکشوں کو اور اکڑنے والوں کو ڈالا جائیگا یعنی یہ چھٹائی پہلے ڈالنے
کے لئے کی گئی ہے مزید تحقیق و معلومات اور انکا اظہار کرنا مقصود نہیں ہے (۷۰) ٭

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ

اور تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کا گذر جہنم پر نہ ہو یہ

عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ

ورود مذکور آپ کے رب پر لازم شدہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا ۔

نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ

پھر ہم ان لوگوں کو جو خدا سے ڈرتے رہتے تھے اس جہنم سے نجات دیدینگے ۔

الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دینگے ۔

اور تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کا گذر جہنم پر نہ ہو یہ ورود نار کو اور یہ جہنم سے گزر آپ کے پروردگار پر حسب وعدہ لازم شدہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا ٭ چونکہ اُس نے وعدہ فرمایا ہے اس لئے اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کو پورا کرے گا اور جب وہ پورا کرے گا تو یقین کرو کہ یہ بات پوری ہو کر رہیگی۔ کوئی دخول جہنم کے لئے گذریگا اور کوئی محض عبور کے لئے۔ گزرنے والوں کی بھی دو قسمیں ہیں کوئی ہمیشہ کے لئے اور کوئی کچھ عرصہ کے لئے جیسے مومن گنہگار (۷۱) پھر ہم ان لوگوں کو جو خدا سے ڈرتے رہتے تھے نجات دیدیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا اوندھا پڑا ہوا چھوڑ دینگے ٭ یعنی مومنین کاملین کو تو پہلے ہی نجات مل جائے گی اور وہ سلامتی کے ساتھ گذر جائینگے اور مومن گنہگار کچھ عرصہ کے بعد نجات حاصل کرلیں گے اور دین حق کے منکرین اُس میں ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے اور گھٹنوں کے بل اوندھے گر پڑیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بہشت کو راہ نہیں مگر دوزخ کے منہ میں دوزخ تنور کی شکل ہے منہ اس کا دنیا سے بڑا کنارے سے کنارے تک راہ پڑی ہے بال برابر تیز جیسے تلوار کا پتی۔ ایمان والے اس پر سلامت گذر جاویں گے اور گنہگار گر پڑیں گے پھر موافق عمل بعد کئی روز کے نکلیں گے شفاعت سے اور ارحم الراحمین کی مہر سے آخر جس نے کلمہ کہا ہے سچے دل سے سب نکلیں گے اور کافر رہ جائیں گے پھر اس کا منہ بند ہوگا ۱۲ خلاصہ یہ کہ کامل مومنین تو گذر جائیں گے اور عصاۃ مومنین سزا بھگت کر یا شفاعت سے یا اللہ تعالےٰ کی رحمت سے غرض جو سچے دل سے کلمہ پڑھنے والا ہے وہ آگے پیچھے نکل ہی جائے گا۔ خواہ کچھ دنوں سزا بھگتنی پڑے آخر میں صرف دین حق کے منکر ہی رہ جائیں گے اور ان پر دوزخ کا منہ بند کردیا جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہا (۷۲)۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں

بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو منکر ہیں

لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ دونوں فریق میں سے کونسا فرقہ

خَيْرٌ مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾

باعتبار مسکن کے بہتر اور باعتبار مجلس کے عمدہ ہے ۷۳

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ

اور ہم ان سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں

قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾

جو باعتبار ساز و سامان اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے ان سے کہیں اچھی تھیں ۷۴

اور جب ان دینِ حق کے منکروں کے سامنے ہماری واضح اور کھُلی کھُلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ منکر ہیں اور جن کی کافرانہ روش ہے وہ اہلِ ایمان اور حضرات مومنین سے یوں کہتے ہیں کہ بتاؤ دونوں فریقوں میں سے کس کی حالت اچھی ہے یعنی ہم میں اور تم میں سے کونسا فریق خوش حال ہے اور باعتبار مکان و مسکن کون بہتر اور بلحاظ محفل و مجلس کے کون عمدہ اور اچھا ہے ✲ یعنی جب قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور اُن آیتوں میں مومنین کی نجات اور کافروں کے عذاب کا حال سنتے ہیں تو منکرین مومنین سے کہتے ہیں اور دنیوی عیش و تنعم پر آخرت کو قیاس کرتے ہیں اور بطور طعن کہتے ہیں مسلمانو! بتاؤ دنیا میں ہم تم میں سے کون سا فریق زیادہ اچھا ہے کس فریق کے پاس رہنے کو اچھا مکان ہے کس کی سوسائٹی اچھی ہے کس کے حمایتی زیادہ ہیں۔ مدعا اس طعن کا یہ ہوتا تھا کہ ہم یہاں بھی اچھے ہیں اور اگر تمہارے اعتقاد میں وہ عالم ہوا بھی تو ہم وہاں بھی اچھے ہوں گے اور تم ایسے ہی شکستہ حال ہو گے جیسے یہاں ہو۔ یہ سب باتیں اپنے مال اور عزّ وجاہ کے گھمنڈ پر کہتے تھے۔ حضرت حق تعالےٰ نے آگے جواب فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دنیا کی رونق میں مقابلہ دیتے ہیں ۱۲ (۷۳) اور ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں اور گروہوں کو ہلاک و برباد کر چکے ہیں جو باعتبار ساز و سامان اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور نمود کے اعتبار سے ان سے کہیں اچھے تھے ✲ یعنی دنیوی ساز و سامان اور سوسائٹی کی بلندی اور ظاہری نمود و نمائش عذابِ الٰہی کو نہیں روک سکتی جس طرح پہلی جماعتیں برباد ہو گئی ہیں اسی طرح تم بھی برباد کر دیئے جاؤ گے حالانکہ وہ جماعتیں ان سے کہیں اچھی اور بہتر تھیں (۷۴) ✦

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ

آپ فرما دیجئے جو لوگ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں رحمان ان کو

لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰىٓ إِذَا رَأَوْا

طویل مہلت دے رہا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے

مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا

جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے خواہ وہ عذاب ہو یا

السَّاعَةَ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

قیامت تو اس وقت ان کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ باعتبار مسکن اور

مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَ

باعتبار گروہ بندی کے کونسا فریق برا اور کمزور ہے + اور

يَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ

جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں خدا تعالیٰ انکو از روئے ہدایت کے اور ترقی دیتا ہے یعنی انکی ہدایت کو بڑھاتا ہے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

اور جو نیک اعمال ہمیشہ کیلئے رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک باعتبار

ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ﴿٧٦﴾

ثواب کے بھی بہتر ہیں اور باعتبار انجام کے بھی بہتر ہیں +

اے پیغمبر آپ فرما دیجئے جو لوگ گمراہی میں پڑے ہوتے ہیں رحمان اُن کو ڈھیل اور طویل مہلت دیتا چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کا معائنہ کر لیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے خواہ وہ دنیا کا عذاب ہو یا قیامت تو وہ معلوم کر لیں گے اور اُن کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ مکان و مسکن کے لحاظ سے کونسا فریق برا اور گروہ بندی اور حمایتیوں کے اعتبار سے کونسا فریق کمزور اور ضعیف ہے ٭ یعنی کفار کے اعتراض اور طعن کا ایک جواب تو الزامی تھا جو پہلی آیت میں گذرا دوسرا تحقیقی تھا جو اس آیت میں فرمایا کہ مجرموں کو موقعہ دیا جاتا ہے۔ ڈھیل ملتی ہے سمجھدار ڈھیل سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں جو نالائق اور کج فہم ہوتے ہیں وہ گمراہی میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان پر عذاب آ جائے وہ کوئی دنیوی عذاب ہو یا قیامت کا عذاب ہو بہرحال جب عذاب کا مشاہدہ کرینگے تو ان کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ رہنے کی جگہ کے اعتبار سے کون برا ہے اور کس کے حمایتی کس کی فوج اور مددگار کمزور ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بہکاوے میں جاتے وے کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہے بھلا برا پا دینگے آخرت میں یہاں نیک و بد بھلائی برائی میں شامل ہیں ۱۲ اور فرماتے ہیں فوج یعنی مددگار کافر اپنا مددگار سمجھتے ہیں بتوں کو اور ایمان والے اللہ کو ۱۲ (۷۵) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالےٰ انکو اور زیادہ ہدایت اور ترقی دیتا ہے اور جو نیک اعمال ہمیشہ کو باقی رہنے والے ہیں وہ آپکے رب کے نزدیک باعتبار ثواب کے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں ٭ ہدایت یافتہ یعنی مسلمان تو انکی ہدایت میں ترقی ہوتی رہتی ہے دنیا کی دولت نہ ہو تو نہ ہو جو اصل دولت ہے وہ انکے پاس ہے اور اس میں اللہ تعالےٰ ترقی اور بڑھوتری کرتا رہتا ہے ہدایت کی ترقی یہی ہے کہ دین کی راہیں کھلتی رہتی ہیں۔ عبادت میں لطف آتا ہے اور مزید ریاضت کو جی چاہتا ہے۔ یہی انکے پاس سرمایہ ہے اور آخرت میں انکے نیک اعمال جو باقیات الصالحات ہیں انکا ثواب ملنے والا ہے اور ان اعمال کا اچھا انجام ہونے والا ہے۔ اور جو گھاٹیاں اور خطرات پیش آنیوالے ہیں اُن سب میں اعمال نیک سود مند ہوں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دنیا کی رونق رہیگی ہاں کام کی نہیں نیکیاں سب رہینگی دنیا نہ رہیگی ۱۲ (۷۶)

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ

اور اے پیغمبر بھلا آپ نے اس شخص کو بھی ملاحظہ فرمایا جو ہماری آیتوں کیساتھ کفر کرتا

لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ

اور باوجود کفر کے یوں کہتا ہے کہ مجھکو یقیناً مال اور اولاد ملینگے کیا اس نے غیب کی اطلاع پالی ہے

أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا

یا یہ خدا کے ہاں سے کوئی عہد اور وعدہ حاصل کر چکا ہے ٭ ہرگز نہیں

سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ

جو کچھ یہ کہتا ہے وہ ہم تحریر کر لیتے ہیں اور ہم اس پر

الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَ

عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے ٭ اور یہ جس مال و اولاد کو کہتا ہے

يَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا مِن

اسکے ہم وارث ہونگے اور وہ ہمارے حضور میں اکیلا حاضر ہوگا ٭ اور ان مشرکوں نے

دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا

خدا کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ معبود ان کے لئے

لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾

موجب عزت و مدد ہوں ٭

اے پیغمبر بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ہماری آیات کے ساتھ کفر و انکار کی روش اختیار کرتا یعنی جن آیات الٰہی پر ایمان لانا چاہیئے یہ انکا انکار کرتا ہے اور باوجود کفر کے یوں کہتا ہے کہ مجھکو یقیناً مال اور اولاد مل کر رہیگا ٭ یہ عاص بن وائل کا قول ہے جو اس نے ایک مسلمان جناب ابن ارت کی مزدوری مانگنے پر بطور استہزا کہا تھا یا مشروط طور پہ کہا ہوگا کہ اگر دوبارہ زندگی ہوئی اور قیامت میں اٹھنا ہوا تو وہاں میرا سب کچھ مل جائے گا وہاں تجھ کو مزدوری دیدوں گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک کافر مالدار ایک لوہار کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو میں تیری مزدوری دوں اس نے کہا تو مرے پھر جیوے تو بھی میں منکر نہ ہوں اس نے کہا اگر پھر جیوں گا تو بھی مال اور اولاد وہاں بھی ہوگا تجھ کو مزدوری وہاں دیدونگا اسی پر یہ فرمایا یعنی وہاں دولت ملتی ہے ایمان سے کافر چاہے کہ یہاں کی دولت وہاں ملے سو نہیں ۱۲ (۷۷) کیا اس نے غیب کی اطلاع پالی ہے اور غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا اس نے اللہ تعالےٰ سے کوئی عہد حاصل کرلیا ہے اور خدا سے کوئی وعدہ لے لیا ہے ٭ یعنی اس نے کیا غیب کا حال معلوم کرلیا ہے کہ اس کو مال اور اولاد ملے گی یا اس نے خدا سے کوئی وعدہ اور اقرار لے لیا ہے کہ قیامت میں تجھ کو مال اور اولاد عطا کروں گا۔ دونوں باتیں عقلاً منتفی ہیں (۷۸) ہرگز نہیں جو کچھ یہ کہتا ہے ہم اس کو لکھ لیں گے اور ہم اس پر عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے ٭ یعنی جو کچھ اس نے کہا ہے یہ ہم اسکے اعمال بد کی فہرست میں لکھ دینگے اور شامل کردینگے اور سزا دینے میں اس کا عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے (۷۹) اور یہ جس مال اور اولاد کو کہتا ہے اُس کے ہم وارث اور مالک ہونگے اور وہ ہمارے حضور میں بغیر مال و اولاد کے تنہا اور اکیلا حاضر ہوگا ٭ یعنی جس مال اولاد کے ملنے کا متوقع ہے اُس مال و اولاد کے ہم مالک ہوں گے اور قیامت میں اس کے پاس نہ مال ہوگا اور نہ اولاد بلکہ یہ بدون مال و اولاد کے تنہا ہماری حضور میں حاضر ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو نہ تھا یعنی مال اولاد اس کافر کے دو تو بیٹے مسلمان ہوئے ۱۲ (۸۰) اور ان دین حق کے منکروں نے اللہ تعالےٰ کو چھوڑکر اور معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ باطل معبود ان کے لئے باعث عزت اور موجب مدد ہوں (۸۱) ٭

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ

ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ معبود تو ان مشرکوں کی عبادت ہی سے انکار کر دیں گے اور وہ

عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا

ان کے دشمن ہو جائیں گے ۔ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے کافروں پر

الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ

شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے جو ان کافروں کو خوب

أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا

اُبھارتے رہتے ہیں ۔ سو آپ کافروں کے لیے عذاب میں جلدی نہ کیجیے ہم

نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ

ان کی باتوں کو خوب شمار کر رہے ہیں ۔ وہ دن قابل ذکر ہے جس دن ہم پرہیزگاروں کو

إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ

رحمان کی حضور میں بحیثیت مہمان کے جمع کریں گے ۔ اور مجرموں کو سخت پیاس کی حالت میں

إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ

جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے ۔ اس دن سوائے اس شخص کے کہ جس نے رحمان کے پاس

إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

کوئی اجازت حاصل کر لی ہو کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہ ہوگا ۔

ع ۵ / ۱۷ / ۸

وقف لازم وقف لازم

ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ معبود تو قیامت میں ان مشرکوں کی عبادت ہی سے انکار کر دینگے اور وہ معبودان باطلہ ان مشرکوں کے مخالف اور دشمن ہوجائینگے ٭ یعنی جنکی پرستش کیا کرتے تھے وہ مدد تو کیا خاک کرتے اور عزت تو کیا نصیب ہوتی انکے طرز عمل سے اور الٹی رسوائی ہوگی وہ انکی پرستش کا ہی انکار کر دینگے کہ ہم تو انکو جانتے بھی نہیں کیسی عبادت؟ ان کنا عن عبادتکم لغافلین اور مزید براں وہ ان مشرکوں سے لڑنے کو تیار ہو جائینگے اور انکے دشمن اور سخت مخالف ہو جائینگے واذا حشر الناس کانوا لهم اعداء و کانوا بعبادتهم کافرین غیروں کی عبادت کا ان مشرکوں کو یہ صلہ ملے گا کہ جن سے عزت و نصرت کی امید باندھی تھی وہی موجب ذلت اور موجب شکست ہونگے (۸۲) اے پیغمبر کیا آپکو معلوم نہیں کہ ہمنے شیاطین کو ان کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انکو خوب اکساتے رہتے ہیں ٭ یعنی اے پیغمبر آپ ان منکروں کی حرکات ناشائستہ سے متأثر نہ ہوں کیونکہ یہ مخالف قوتوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں شیاطین جو انکے صریح دشمن ہیں وہ انکو اچھالتے اور اکساتے رہتے ہیں اور یہ انکے کہنے میں آکر دین حق کی مخالفت کیا کرتے ہیں تو جن کی یہ حالت ہو کہ وہ اپنے اختیار سے دشمنوں کے آلہ کار بن رہے ہوں انکی حرکات شنیعہ سے آپ کیوں متأثر ہوں (۸۳) سو آپ ان کافروں کیلئے عذاب میں جلدی نہ کیجئے اور تعجیل سے کام نہ لیجئے ہم انکے اعمال بد کو خوب شمار کرتے رہتے ہیں ٭ یعنی ہمنے اپنی حکمت بالغہ سے انکو ڈھیل دے رکھی ہے اور انکی زندگی کے دن پورے کئے جا رہے ہیں اور انکا ایک ایک عمل ہمارے ہاں گنا جا رہا ہے ان گناہوں کی تعداد جو سزا کے مستحق ہوگئے ہیں وہ پوری ہو جائیگی تو خود ہی عذاب آ جائیگا (۸۴) یہ عذاب اسدن ہوگا جسدن ہم متقیوں اور پرہیزگاروں کو رحمان کے حضور میں بحیثیت مہمان کے جمع کرینگے (۸۵) اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا اور پیاس کی حالت میں ہنکاتے ہوئے لے جائینگے (۸۶) اسدن کسی کو سفارش کرنیکا اختیار نہ ہوگا مگر ہاں جس نے رحمان سے کوئی وعدہ اور اجازت حاصل کر لی ہو ٭ یعنی جس گرفت اور عذاب کے جلدی کرنے سے پیغمبر کو منع کیا گیا ہے اسکا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ گنتی پوری ہونیکے بعد جسدن وہ عذاب آئیگا تو اسدن حالت یہ ہوگی کہ تقوے کے پابند لوگوں کو تو جنت جو رحمان کی طرف سے اہل تقوی کیلئے مقرر کی گئی ہے اسکی طرف باعزت طریقہ سے بطور مہمان اکٹھا کر کے ہم لیجائینگے اور جرائم پیشہ دین حق کے مجرموں کو ہانکتے ہوئے پیاسا جہنم کے گھاٹ جا اتارینگے یعنی جس طرح ڈھور ڈنگروں کو ہنکاتے ہوئے لیجاتے ہیں اسی طرح ان منکروں کو ہانکتے ہوئے لیجائینگے۔ اسدن کسی کو کسی کی سفارش کا اختیار بھی نہ ہوگا بجز ان حضرات کے جنکو رحمان کی جانب سے اجازت ہو اور انہوں نے رحمان سے وعدہ حاصل کر لیا ہوگا جیسے ملائکہ انبیاء صلحاء اور علماء یہ لوگ حسب اجازت صرف مومنین کے شفیع ہونگے اہل انکار اور اہل کفر کا کوئی شفیع نہ ہوگا اور دین حق کے منکر شفاعت سے محروم ہونگے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی اللہ نے جسکو وعدہ دیا ہے وہی سفارش کریگا ۱۲ (۸۷)

۱۷ ۱۸

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمان اولاد رکھتا ہے ۔ بلاشبہ تم نے یہ ایک ایسی سخت نامعقول بات

إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ

گھڑی ہے قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے

الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ

ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اس بنا پر کہ یہ لوگ رحمان کی طرف اولاد کی

وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

نسبت کرتے ہیں حالانکہ رحمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے ۔

إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي

کوئی شخص بھی آسمانوں میں اور زمین میں نہیں ہے مگر یہ کہ وہ رحمان کے حضور میں بطور

الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ

ایک بندے کے حاضر ہوگا ۔ بیشک خدا تعالیٰ نے ان سب لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ان سب کی پوری پوری گنتی گن رکھی ہے اور

كُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

ہر ایک ان میں سے قیامت کے دن خدا کے حضور میں فرداً فرداً حاضر ہوگا ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

اور انہوں نے نیک عمل کئے تو رحمان ان کے لئے محبت پیدا کرے گا ۔

اور یہ منکر کہتے ہیں کہ رحمان اولاد رکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اولاد اختیار کر رکھی ہے۔ ٭ یعنی حضرت حق تعالےٰ سے بیٹا اور بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں جیسے نصاریٰ اور یہود کے بعض فرقے اور کفار عرب کے بعض لوگ (۸۸) بلاشبہ تم نے یہ ایک سخت نامعقول اور بھاری بات گھڑی ہے اور تم ایک ایسی بھاری چیز میں آ گئے ہو ٭ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بھاری گناہ ۱۲ مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف اولاد کی نسبت ایک ایسا بھاری گناہ ہے جسکے نیچے تم آ دبے ہو اور پھنسے ہو کہ العیاذ باللہ (۸۹) قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں ٭ یعنی اس بات سے غضب الٰہی حرکت میں آ جائے اور تمام کائنات کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا کر رکھدے یا عذاب اکبر یعنی قیامت آ جائے اور سارا عالم درہم برہم ہو جائے (۹۰) اس بات سے کہ یہ منکر رحمان کی جانب اولاد کی نسبت کرتے ہیں ٭ یعنی اللہ کیلئے احتیاج ثابت کرنے سے بڑھکر اور کیا گناہ ہو سکتا ہے (۹۱) حالانکہ رحمان کو یہ لائق نہیں اور اسکی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے اور وہ اولاد رکھے (۹۲) کوئی نہیں آسمانوں اور زمین میں مگر یہ کہ رحمان کے حضور حاضر ہونگے بندہ بنکر ٭ یعنی تمام مخلوقات اسکے پاس بندہ اور غلام بنکر حاضر ہوگی اور جب تمام مخلوقات غلام اور بندہ ہوئی تو بندہ بیٹا بیٹی کس طرح ہو سکتا ہے (۹۳) بلاشبہ اللہ تعالےٰ کے علم وقدرت نے ان سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور ان سب کی پوری پوری گنتی کر رکھی ہے یعنی کوئی اس کی معلومات اور اسکے شمار سے خارج نہیں ہے (۹۴) اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اللہ تعالےٰ کے پاس فرداً فرداً اور تنہا تنہا حاضر ہو گا ٭ یعنی جب سب کے سب اسکے محتاج ہیں تو اس کی اولاد ہو اور پھر محتاج ہو کہاں قدرت علم کی وسعت اور کہاں افتقار و انقیاد۔ جو خود غلام اور مطیع و منقاد ہو وہ خدا تعالےٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے؟ (۹۵) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور نیک عمل کے پابند رہے تو رحمان ان کیلئے محبت پیدا کر دیگا ٭ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ان سے محبت کریگا یا انکے دل میں اپنی محبت پیدا کریگا یا خلق کے دل میں انکی محبت ڈالے گا ۱۲ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی پابندی کرتے ہیں انکو علاوہ بے شمار نعمتوں کے یہ بہت بڑی نعمت عطا کی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ محبوبیت کا سلوک اور برتاؤ ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ بہت بلند ہے (۹۶)۔۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ

سوائے پیغمبر ہمنے اس قرآن کو جو آپکی زبان میں ہے اسلئے آسان کیا ہے تاکہ آپ اسکی وجہ سے

الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ

پرہیزگاروں کو خوشی سنائیں اور اسکے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو جھگڑالو اور معاندین ہیں اور ہم

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ

ان معاندین سے قبل بہت سی قوموں کو ہلاک کرچکے ہیں بھلا

تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ

کیا اب آپ ان ہلاک شدگان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا آپ انمیں سے کسی کی ہلکی سی

لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع

آواز بھی سنتے ہیں۔

سوا اے پیغمبر ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا ہے تاکہ آپ اس کی وجہ سے متقیوں کو اور خدا سے ڈرنے والوں کو خوش خبری دیدیں اور خوشی سنادیں اور اس قرآن کے ذریعہ جھگڑالو اور جھگڑا کرنے والوں کو ڈرادیں۔ یعنی قرآن کو آپ کی زبان عربی میں اس لئے آسان کیا ہے تاکہ بشیر اور ڈرائے اجو نیک لوگ بشارت کے مستحق ہیں انکو بشارت سنادیجئے اور جو جھگڑالو اور معاند ہیں اُن کو عذاب الٰہی سے ڈرادیجئے (۹۷)۔

اور ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں اور گروہوں کو تباہ و ہلاک کر چکے ہیں سو کیا اے پیغمبر آپ ان ہلاک شدگان میں سے کسی کو دیکھتے اور کسی کی آہٹ پاتے ہیں یا آپ ان میں سے کسی کی ہلکی سی آواز اور بھنک بھی سنتے ہیں۔ یعنی ایک ڈرانے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ سرکش اور معاند قوموں کا انجام ان کو بتادے تاکہ یہ اُن تباہ شدہ قوموں کے حالات اس کر عبرت پکڑیں جن کی نہ آج کوئی آواز ہے نہ کوئی آہٹ، نہ وہ دیکھنے میں آتے ہیں اور نہ ان کی کوئی آواز سنائی دیتی ہو خواہ وہ آواز کتنی ہی ہلکی اور پست ہو (۹۸)۔

ع ۱۹ ۶ ۹

الحمد للہ والمنۃ سورۂ مریم کی تفسیر آج ۲۸ مارچ ۵۳ء مطابق ۱۲ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ کو ختم ہوئی۔ اب آگے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر لکھی جاتی ہے۔
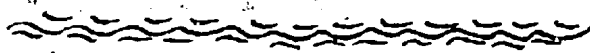
## حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی رائے

(بسلسلہ صفحہ ۱۰۵)

سامنے آیا۔ ادبیات کا غلبہ ہوا تو قرآن ادیبانہ لباس میں جلوہ فرما ہوا۔ معاشیات کا زور ہوا تو قرآن نے معاشی اصول کے رنگ سے اپنے کو نمایاں کیا۔ غرض ہر دور کے مناسب شان اُس کے تراجم وتفاسیر کے ایوان چمکے اور نمایاں ہوئے۔

۷۔ آج تعبیر وکلام کی حیثیت سے خطابیات کا زور اور خطابت کا دور دورہ ہے ہر شخص بزعم خطیب ومقرر اور لکچرار ہے۔ بمصداق حدیث کثیرٌ خطباءُ ھم (لکو) قلیلٌ فقہاءُ ھم۔ پھر ہر شخص اپنی خطابت کو قرآن کے نام سے زوردار بنانا بھی اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے اور ساتھ ہی مہر بولنے والا استدلالی رنگ کو چھوڑ کر خطابی رنگ سے قرآن کو حل کرنے کی فکر میں مستغرق ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ اس دور خطابت میں یہ رنگ خطابت اس انداز سے قرآن کو سمجھایا جائے کہ اُس میں ایک طرف تو خطیبانہ انداز کی چاشنی موجود ہو دوسری طرف زمانہ کے احوال وواقعات اور وقت کا بدلتا ہوا مذاق یا تبدیل شدہ ذہنیت سامنے ہو اور اس کے ساتھ سلف کرام اور اکابر اُمت کے مذاق کی حدود بھی اپنی جگہ قائم رہیں تاکہ ایک جانب تو ناقص العلم خطیبوں ناقد العلم لکچراروں اور وسیع العلم آزاد خیالوں پر جو قرآن کے بلیغ وبامحاورہ ترجمہ ہونے کی شکایت اور عذر سے اپنے کو من مانے تراجم کرنے اور بزعم خود انہیں ادب ومحاورات کا شاہکار باور کرانے کا حقدار سمجھتے ہیں خطابی حیثیت سے حجت تمام ہو جائے۔ اور دوسری جانب مخلص اور سادہ ضمیر طالبوں کے لئے خطابیات کا ایک ایسا بہترین سرمایہ ہاتھ لگ جائے جس کے ذریعہ وہ قرآنی حقائق کی انمول دولت کو مول لے سکیں۔

۸۔ الحمد للہ کہ اس ضرورت کے احساس کی توفیق حضرت مولانا الحاج الحافظ احمد سعید صاحب دام مجدہٗ کو بھی عطا ہوئی اور آپ نے مذکورہ ضروریات واحوال کو پیش نظر

رکھکر قرآن حکیم کا ایک مفید ترین ترجمہ قلمبند فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس ترجمہ کی ضروری تفصیل بنام تیسیر القرآن اور پھر اس تفصیل کی مناسب حد تک اُردو تفسیر بنام تسہیل القرآن بھی قلمبند فرماتی شروع فرمادی۔

۹۔ حضرت مولانا ممدوح کا اُردو اد یبانہ طرز بیان کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپکی شیریں بیانی نے ہی آپ کو پورے ملک سے سحبان الہند کا خطاب دلوایا ہے۔ ادھر واقعات عالم کی رفتار اور بدلتے ہوئے حالات سے بھی آپ کا باخبر ہونا محتاج دلیل نہیں کہ آپ نے ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے ان حالات کا مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ حالات کے ایک رہبر کی حیثیت سے مخلوق کی رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ ساتھ ہی قوم کے مختلف طبقات کی ذہنی افتادوں سے بھی آپ کا شناسا ہونا کسی استدلال کا محتاج نہیں کہ آپ نے ایک اسلامی مبلغ و خطیب کی حیثیت سے تمام اطراف ملک میں کامیاب دورے کر کے ہر ہر طبقہ کی ذہنیت کو سامنے رکھا اور اس کے مناسب حال اُسے دین سمجھایا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عالم ایک طرف تو قوم کے ذہن سے باخبر ہو دوسری طرف واقعات دنیا کی رفتار سے غافل نہ ہو اور تیسری طرف اداء مافی الضمیر پر ادیبانہ قدرت رکھتا ہو۔ اور ان جوہروں کے دست و بازو سے وہ قرآن کے سمندر میں شناوری کر رہا ہو۔ تو پھر اُس سے زیادہ اور کون قرآنی مطالب کو عامۃ مسلمین کے سامنے پیش کرنے کا اہل ہو سکتا ہے؟

مولانا ممدوح نے قرآن دانی کے سلسلہ میں تو مسائل و وقائع کا ذخیرہ لیکر اور قرآن بیانی کے دائرہ میں ادبیت و قدرت کلام کا سرمایہ لے کر جب ترجمۂ قرآن شروع فرمایا تو حقیقتاً وہ اپنی مثال آپ اور اپنی افادی حیثیت میں ایک ممتاز ترجمہ ثابت ہوا۔ زبان شیریں اور سلیس۔ اداء مطالب کے لئے عنوان بلیغ۔ مسلک سلف کے تحفظ کے لئے احتیاط کامل۔ ایماء واقعات کے لئے ارشادات لطیف۔ اور مضمرات کے اظہار کے لئے الفاظ جامع و مختصر یعنی مرادات خداوندی کو آپ نے بلیغ ترین اُردو

کے سانچہ میں ڈھالنے کی مبارک سعی فرمائی ہے۔ پس یہ ترجمہ ایک طرف لیسّرنا القرآن کا پورا پورا مصداق ہے۔ اور ایک طرف مخاطبوں کی سہگامی ذہنیت کی رعایت کی وجہ سے دعوت الی اللہ کی حکمت و موعظت کا عمدہ نمونہ ہے۔ اسلئے امید واثق ہے کہ اس دور کے لئے یہ شگفتہ ترجمہ انشاءاللہ بہرنہج نافع اور دلپذیر ثابت ہوگا۔

مولانائے ممدوح مسلمانان ہندوستان کی طرف سے مبارکباد اور تحسین و تشکر کے مستحق ہیں کہ آپ نے وقت کی ایک اہم ضرورت اور دلوں کی ایک عام پکار کو پورا فرما دیا ہے۔

احقر نے جگہ جگہ سے اس ترجمہ سے استفادہ کیا۔ اس کے مضمر نکات کو تو اہل دانش و بینش علماء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں تو اپنے فہم ناقص کی حد تک اتنا ہی سمجھ سکا ہوں کہ طرز بیان کی شیرینی نے پوری روح میں حلاوت اور دل میں چسپیدگی پیدا کر دی اور ترجمہ کے انداز کو دیکھکر اس کی موعودہ تفصیل (تیسیر القرآن) اور تفصیل کی موعودہ تفسیر (تسہیل القرآن) کا اشتیاق شدید پیدا ہو گیا۔ خدا کرے کہ یہ علمی کارنامہ بھی جلد سے جلد منصۂ شہود پر آجائے۔

میں مولانا ممدوح کی خدمت میں ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ حق تعالے نے اُنہیں اپنے پاک اور مقدس کلام کے خدمتگزاروں کی فہرست میں شامل فرمایا۔ اور جبکہ عمر بھر انہوں نے کلام الٰہی کی تقریر سے خدمت کی تو آخر عمر میں انہیں اس خدمت کی تحریر سے بھی توفیق دی گئی تاکہ جریدۂ عالم پر اُن کی یہ خدمت ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جائے۔ اور اُن کے اس غیر فانی علم سے یہ عالم دائماً استفادہ کرتا رہے۔ خیرکم من تعلم القرآن و علمہٗ۔

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

واللہ ذوالفضل العظیم

وانا العبد الضعیف

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

# مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کی رائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تیسیر القرآن کا مطبوعہ حصہ موصول ہو کر انتہائی مسرت کا باعث ہوا۔ بغور مطالعہ کرنے سے جو تأثرات پیدا ہوئے ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

علامۃ العصر شیخ التفسیر حضرت جناب مولانا احمد سعید صاحب مدظلہٗ العالی دہلوی کا جدید بامحاورہ اردو ترجمہ تیسیر القرآن جو آپ نے موجودہ دور کے جدید تقاضوں سے متأثر ہو کر جدید حواشی سے مزین فرما کر سالہا سال کی محنت شاقہ اور بزرگان دین کے فیض باطنی اور ظاہری سے فیضیاب ہو کر تحریر فرمایا ہے۔

انشاء اللہ عوام اور جدید تعلیم یافتہ احباب کو بلا اختلاف مذہب و ملت فرقان حمید کے فطری مطالب سمجھنے میں بے حد مفید اور ہر قسم کے شکوک و شبہات زائل کرنے کا باعث ثابت ہوگا جس سے رشد و ہدایت کی بہت زیادہ توقع ہے

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ لدھیانوی

---

## پہلی تقریر بر سیرت

مولانا کی یہ وہ مشہور تقریر ہے جو آپ نے اٹاوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کی تھی۔ مولانا کی اس تقریر کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کا چوتھا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ قیمت دو روپے (عـ۲) محصولڈاک ۱۱ر۔

## دوسری تقریر بر سیرت

حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی یہ دوسری تقریر سیرت ہے جو آپ نے ناگپور میں کی تھی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی تبلیغی مشکلات اور مخالفین کے دردانگیز مظالم اور آپ کے صبر و تحمل کا دیگر انبیاء سابقین سے مقابلہ دلچسپ اور دل کش پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۲ محصول ۱۲

# مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار کی رائے

قرآن مجید کے "مستند اردو تراجم" میں اولیت کا سہرا حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کو ہے۔ اور مجھکو حسن ظن کا گنہگار نہ ٹھہرایا جائے تو بلا مبالغہ یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا ترجمہ الہامی ترجمہ ہے، لیکن یہ ترجمہ اس دور کی اُردو میں ہے، جو حضرت شاہ صاحبؒ کا عہد تھا۔

اسی کے پیش نظر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا لیکن حزم و احتیاط کے پیش نظر صرف یہ کیا کہ بعض متروک لفظ کو بدل دیا اور کہیں کہیں اجمال کو کھول دیا۔ اور ضرورت اپنی جگہ پر باقی رہی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کوئی شک نہیں کہ اس میں آسان اور عام فہم بنانے کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، مگر ضرورت پھر بھی باقی رہ گئی۔

اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے "سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب" نائب صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی کا خیال تھا کہ موجودہ زبان میں قرآن مجید کا آسان، عام فہم اور سہل ترجمہ ہونا چاہئے۔ بحمد اللہ آج قرآن مجید کا ایسا اردو ترجمہ برسوں کی محنت کے بعد عام مسلمانوں کیلئے وجود میں آگیا، جو موجودہ زبان میں تمام موجودہ اردو ترجموں سے زیادہ آسان، زیادہ سہل، زیادہ عام فہم اور زیادہ شگفتہ زبان میں ہے۔ اور سلف صالحین کے مسلک کے موافق ہے۔ مجموعی حیثیت سے بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا نے اپنے حاشیہ "تیسیر القرآن" کو اسم با مسمیٰ بنا دیا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ عنی وعن جمیع المسلمین خیرا الجزاء۔

عبد الصمد رحمانی (نائب امیر شریعت صوبہ بہار)

دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ



Scanned by CamScanner

# مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی مہتمم دار العلوم تقویۃ الاسلام کی رائے

ایک ہفت سورہ مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کے ترجمہ کے ساتھ میں نے دیکھا۔ اس ترجمہ کی خوبی کے لئے حضرت مولانا موصوف کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔

مولانا صاحب ایک عرصہ سے قرآن مجید کا ترجمہ سلیس اردو زبان میں لکھ رہے تھے اور مجھے اس دوران میں کئی بار ان سے شرف ملاقات حاصل کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ مجھے معلوم ہے کہ مولانا صاحب نہایت محنت اور کاوش سے قرآن مجید کا ترجمہ لکھ رہے تھے۔ معتبر تفاسیر کے مطالعہ کے بعد پوری تحقیق کے ساتھ ترجمہ آیات قرآنی قلم بند فرماتے۔

جب میں نے ان کے ہفت سورہ کا ترجمہ دیکھا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ خدا کرے کہ مولانا صاحب کا پورے قرآن مجید کا ترجمہ بھی جلد شائع ہو جائے۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحب ہندوستان کے ان برگزیدہ علماء میں سے ہیں جن کی زندگیاں خدمت اسلام میں صرف ہوئیں، اور جہاد حریت و استقلال وطن میں بڑی قربانیاں دیں۔ ایسے مخلص اور مقتدر عالم دین کا لکھا ہوا ترجمہ قرآن مجید جو کامل تحقیق اور بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے امید ہے کہ قارئین سے خراج تحسین وصول کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرماتے اور اسے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

داؤد غزنوی

مہتمم دار العلوم تقویۃ الاسلام۔ شیش محل روڈ لاہور

## مولانا فخر الحسن صاحب مدرس دار العلوم دیوبند کی رائے

محترم مولانا۔ سلام مسنون۔ میں نے ہفت سورہ مترجمہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہ العالی کو بعض منتخب مقامات سے دیکھا بلاشبہ وہ ترجمہ ایک تشریحی ترجمہ ہے جس میں فاضل مترجم نے سلیس اور بامحاورہ عام فہم ترجمہ کیا ہے

احقر فخر الحسن عفی عنہ

مدرس دار العلوم دیوبند

### مکمل و مدلل ہفت سورہ

بہت سی خوبیوں کا حامل ہے پہلی بات اس کی سورتوں کا عام فہم ترجمہ حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سورت کے پڑھنے کا طریقہ اس کا نقش اور سورت کا تعبیر خواب بھی اسمیں موجود ہے سورتوں کے بعد قرآنی دعاؤں کا ذخیرہ بھی اسمیں شامل ہے۔ قرآنی دعاؤں کے ساتھ حدیث کی دعاؤں کا بھی بہت بڑا ذخیرہ اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ ہدیہ مجلد عہ محصول ۱۱/۔

### جنت کی کنجی

جسے حضرت مولانا نے احادیث کی معتبر کتابوں سے تالیف فرمایا ہے اردو میں یہ پہلی کتاب ہے۔ ہر انسان مرد عورت کیلئے اسکا مطالعہ بیحد ضروری ہے اسمیں بہت سی آسان باتیں درج ہیں جو عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں اور جن پر عمل کرنے کیلئے جنت کے حقدار بنجائینگے۔ اس کتاب میں تقریباً دو ہزار حدیثوں کا نہایت سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے جسمیں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور پوری کتاب ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت ہے محصول ۱۲/

### دوزخ کا کھٹکا

اس کتاب میں ان احادیث کا صاف اور شستہ اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے جن کا تعلق اعمال سیئہ سے ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کیلئے جو اعمال سیئہ اور خبیثہ کا ارتکاب کرتے ہیں جن الفاظ میں وعید فرمائی ہے اور خدا کے غضب سے ڈرایا ہے ان تمام احادیث کو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کر دیا ہے دوزخ کے کھٹکے میں تقریباً ۱۸۸۴ حدیثوں کا ترجمہ ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو میں آجتک اتنا بڑا ذخیرہ ترہیب کا سوائے اس کتاب کے اور کسی میں نہیں ملیگا۔ قیمت دو روپیہ چار آنے مجلد محصول ڈاک ۱۱/

## پروفیسر محمد بدر الدین صاحب علوی استاذ ادب عربی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کی رائے

مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کے ترجمہ والا ہفت سورہ میں نے دیکھا۔ مقدمہ پورا پڑھا اور ترجمہ کو جا بجا سے بلکہ اوس کا بیشتر حصہ پڑھا۔ فی الواقع اس وقت ایسے ترجمہ کی ضرورت ہے جو رائج الوقت زبان میں ہو تاکہ عام مسلمان اُس کو سمجھ سکیں۔ یہ ترجمہ اُن تمام صفات کا حامل ہے جن کی اس وقت ضرورت ہے۔ تیسیر القرآن اور تسہیل القرآن جن کا ذکر مقدمہ میں ہے وہ بھی بہت ضروری معلوم ہوتے ہیں میری دعا ہے کہ مولانا کا ترجمہ اور تیسیر اور تسہیل تینوں چیزیں شائع ہو کر مسلمانوں کے لئے نفع رساں ہوں۔ واللہ الموفق وھو المعین۔

خاکسار محمد بدر الدین علوی

استاذ ادب عربی۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

### رسُول کی باتیں

اس کتاب میں تقریباً بیس عنوان ہیں جس میں توحید، رسالت قرآن، قیامت عالم برزخ، قبر کا حساب، نکیرین کی پوچھ گچھ تقدیر، کتب آسمانی اور ملائکہ، علم کے فضائل، طہارت کا صحیح طریقہ، مسواک کی شرعی اہمیت غرض یہ کہ ہر عنوان کے تحت میں اس کی مناسبت سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے، جو حدیث جس جگہ سے لی گئی ہے اس کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ آپ کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ نہ صرف آپ کے لئے بلکہ آپ کے بچے اور بچیوں کے لئے بھی اس قسم کی سہل اُردو کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے (عہ۲) مجلد محصول ڈاک ۱۱ر۔

### رسُول اللہ صلعم

یہ آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع اور عام فہم سوانح عمری ہے۔ اُردو زبان اس قدر سہل ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی اور چھوٹے بچے بچیاں آسانی کے ساتھ پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے مجلد محصول ڈاک ۱۱ر۔

# دین حق کی پکار

اسلام نے دنیا کے رہنے اور بسنے والوں کے سامنے ایک ایسا نظام پیش کیا جس کے ماننے والوں نے ہر زمانہ میں پوری قوت کے ساتھ ظلم اور بربریت کا مقابلہ کیا۔ مساوات۔ بھائی چارہ کی سپرٹ کو پھیلایا۔ عورتوں بچوں اور مردوں کو اپنے حقوق کو بچانے کی صلاحیت بخشی۔ خدا کی قدرت اور اس کے مظاہر کو دلائل کے ساتھ بتایا۔ غرض کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کی اصلاح ہمیں اسلام کی تعلیمات میں نہ ملتی ہو۔

## کمیونزم اور سوشلزم

کا شور مچانے والے بھی مجبور ہوئے کہ اسلام کے وہ سبق جن سے سرمایہ دارانہ نظام پر کاری ضرب لگتی ہو پیش کریں اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائیں۔

## ماہنامہ "مظہر اسلام" دہلی

ہر ماہ "دین حق" (اسلام) کی تعلیمات، صحابہ کرام کی سچی باتیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے متعلق اصلاحی مضامین اپنے مختصر صفحات پر لیکر شائع ہوتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ سالانہ ہے۔ نمونہ مفت طلب کریں۔

### ملنے کا پتہ

رسالہ مظہر اسلام دینی بک ڈپو۔ اردو بازار دہلی

۱۲/۵۳ ۱۵